بحضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انتخابِ نعت

مرتب

پروفیسر عبدالحق

پروفیسر ایمیریٹس، دہلی یونیورسٹی، دہلی

بحضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

(انتخابِ نعت)

مرتب

پروفیسر عبدالحق
پروفیسر ایمیرٹس، دہلی یونیورسٹی، دہلی

نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا

کتاب : بحضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مرتب : پروفیسر عبدالحق
تعداد اشاعت: ۵۰۰
سن اشاعت ۲۰۲۳ء
کمپوزنگ : عزیز الرحمٰن، لکھنؤ- ۹۷۹۲۹۱۳۳۳۱
قیمت : ۱۵۰ روپے
ملنے کے پتے :
- مکتبہ جامعہ، ممبئی
- دانش محل، امین آباد، لکھنؤ
- آمرین بک ایجنسی، احمد آباد

Naat Research Centre-India
Book Name: **Bahuzur Risalat Maab**
Edited by: Professor Abdul Haq
Pages: 184
Publishedin : 2023(1st Edition)
Quantity: 500
Printer: M.K.Ofset Printers,Delhi-6
Price: Rs.150/-
ISBN: 978-81-956005-6-4
Published: D**r.Siraj Ahmed Quadri**
Naat Research Centere-India
Mohalla Banjaria West ,Khalilabad
Distt.Sant Kabeer Nagar (U.P) India-272175
9415875761,7985754611
www.naatresearchcenterindia.com
drsiraj123@gmail.com/anees11435@gmail.com

انتساب

رحمتِ عالم **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدح وثنا میں معروف ومشرف
اہلِ قلم کے نام

'تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر'

ترتیب

نعت فکر و آگہی کا سرچشمہ لازوال ...... فیروز احمد سیفی ۷
تقدیم .... پروفیسر عبدالحق ۱۰
مُلّا داؤد.. ۲۱
فخر الدین نظامیؔ.. ۲۲
محمد فخر الدین ابن نشاطیؔ ۲۴
غواصیؔ ۲۶
ملا اسد اللہ وجہیؔ ۲۸
محمد نصرت نصرتیؔ ۳۱
ولیؔ دکنی ۳۴
سراجؔ اورنگ آبادی.. ۳۶
شاہ ظہور الدین حاتمؔ دہلوی ۳۸
قائمؔ چاند پوری.. ۴۰
مرزا محمد رفیع سوداؔ ۴۴
میر تقی میرؔ ۴۷
سعادت یار خان رنگینؔ ۵۰
مثنوی رنگین ۵۱
میر حسنؔ دہلوی.. ۵۲

شیخ امام بخش ناسخ ۵۴
ولی محمد نظیر اکبر آبادی.. ۵۵
حکیم مومن خاں مومن.. ۶۰
شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی ۷۰
خواجہ اسد علی خاں بہادر قلق ۷۱
عبدالغفور نساخ.. ۷۵
میر محمد اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی ۷۶
میر مہدی مجروح ۸۵
امیر اللہ تسلیم ۸۸
محمد محسن محسن کاکوروی.. ۹۳
امیر احمد امیر مینائی ۱۰۱
شبلی نعمانی.. ۱۰۴
خواجہ الطاف حسین حالی ۱۰۵
محمد اسماعیل میرٹھی.. ۱۱۱
اکبر حسین اکبر الہ آبادی ۱۱۲
مولانا احمد رضا خاں ۱۱۶
علی محمد شاد عظیم آبادی ۱۱۸
نظم طباطبائی ۱۱۹
عزیز لکھنوی ۱۲۰
اصغر حسین اصغر گونڈوی ۱۲۱
سراج الدین بیدم شاہ وارثی ۱۲۳
محمد اقبال.. ۱۲۵

جلیل حسن جلیلؔ مانک پوری ۱۲۸
اختر خاں اخترؔ شیرانی ۱۲۹
اقبال سہیلؔ ۱۳۲
ظفر علی خاں ۱۳۶
فضل الحسن حسرتؔ موہانی ۱۳۸
سکندر علی جگرؔ مراد آبادی ۱۳۹
نوحؔ ناروی ۱۴۰
ولی الدین صدیقی شفیقؔ جون پوری ۱۴۲
شاہد عزیز روشؔ صدیقی ۱۴۴
بہزادؔ لکھنوی ۱۴۸
جوشؔ ملیح آبادی ۱۴۹
محمد حفیظؔ جالندھری ۱۵۱
احسان بن دانشؔ ۱۵۵
ساغرؔ نظامی ۱۶۰
عمیقؔ حنفی ۱۶۳
عبدالعزیز خالد ۱۶۷
کیفؔ بھوپالی ۱۷۱
احمد ندیمؔ قاسمی ۱۷۵
احمد فراز ۱۷۹
ریاضؔ مجید ۱۸۰
صبیحؔ رحمانی ۱۸۳

نعت فکر و آگہی کا سرچشمۂ لازوال

نعت ادب کی وہ واحد صنف سخن ہے جس پر لکھنے پڑھنے والوں کو کبھی سیری نہیں ہوتی اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اس صنف سخن میں وہ وسعت وتنوع رکھا ہے جو ہماری علمی دسترس اور فہم وتدبر سے بالاتر ہے۔ نعت میں ایک ایسا جذبہ کارفرما ہے جو قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے کا کام کرتا ہے اور یہی جذبہ جب فروغ پذیر ہوتا ہے تو ایمان کامل اور رازِ ہستی بن جایا کرتا ہے بقول علامہ اقبالؔ:

یہی صہبا ہے جو رفعت بنا دیتی ہے پستی کو
اسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں رازِ ہستی کو

کلّیات باقیات شعرِ اقبال۔ ڈاکٹر صابر کلوری، اقبال اکادمی پاکستان، صفحہ ۲۱۲

نعت کے موضوع پر اب تک مختلف ابعاد و جہات سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور صبح قیامت تک لکھا جاتا رہے گا مگر اس کی رفعتیں ہماری دسترس میں آنے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ یہ ایک ایسا ہمہ گیر موضوع ہے کہ جس کا کنارہ تا حدِ نظر دکھائی نہیں دیتا اس کی یہ وسعت بے بہا کسی اور سبب نہیں بلکہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے ارشاد پاک **وَرَفَعنَا لَكَ ذِكرَكَ** کے سبب ہے۔

اسی کی ایک کڑی ہمارے کرم فرما محترم جناب پروفیسر عبدالحق صاحب کی یہ عظیم علمی و ادبی کاوش ''بحضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' بھی ہے۔ چونکہ ہمارا مشن نعت کی روشنی سے آفاق کے ہر گوشے اور بنی نوع انساں کے ہر قلب کو منور و مجلیٰ کرنا ہے نیز اس کی ادبی لطافتوں سے ایک ایسے فکر انگیز، شائستہ معاشرے کی تشکیل کرنا ہے جو تخلیق انسانی کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے۔

ہم نے جب سے نعتیہ ادب کے فروغ کا بیڑا اُٹھایا یعنی مجلّہ ''دبستانِ نعت'' کے آغاز کے کچھ ہی دنوں بعد ہمارا رابطہ محترم پروفیسر عبدالحق ایمریٹس پروفیسر دہلی یونیورسٹی، دہلی سے ہوا تبھی سے ہم ان کی نوازشات سے شاد کام ہورہے ہیں۔ ہماری دیرینہ خواہش تھی کہ جس طرح اردو ادب کی دیگر اصناف کی نصابی کتب ہیں بالکل اسی نہج کی نعت کی بھی نصابی کتاب ہونا چاہیے تا کہ وہ یونیورسٹیز یا کالجز جو اپنے یہاں نعت شاملِ نصاب کرکے اس کی علمی، ادبی اور فکری جہات کو اربابِ علم وفضل سے باور کرانا چاہتے ہیں انہیں دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے نیز جس طرح اردو ادب کی دوسری اصناف یونیورسٹیز اور کالجز میں تدریس پذیر ہیں اسی طرح اسے بھی شامل نصاب کرکے پڑھایا پڑھایا جائے۔

نعت کو شامل نصاب کیے جانے کے حوالے سے جب بھی ہماری کسی دانشور سے گفتگو ہوئی تو اس نے سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ اس کی تو کوئی نصابی کتاب ہی نہیں ہے جسے ہم شامل کرکے پڑھیں پڑھائیں اور دیگر اصناف ادب کی طرح یہ فن بھی فروغ پاسکے۔

الحمدللہ! ہم پرفیسر عبدالحق صاحب کے غایت درجہ ممنون ومشکور ہیں کہ جنھوں نے ہمارے مقاصد اور جذبات کو محسوس کیا اور خود بخود یونیورسٹی اور کالج لیول پر ایک نصابی کتاب ''بحضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدوّن فرما کر ہماری آرزوؤں کی تکمیل کے ساتھ صدیوں کے اس خلا کو پُر کر دیا۔ ہمیں امید ہے کہ نعت کی اس نصابی کتاب کو اردو کے پروفیسرز اور اساتذہ بطیّب خاطر قبول فرما کر اپنی یونیورسٹیز، کالجز اور بورڈس میں شامل نصاب کرنے کی سعی بلیغ کریں گے۔**ان شاء اللہ تعالیٰ**

ہم ایک بار پھر دل کی عمیق گہرائیوں سے پروفیسر عبدالحق صاحب کے شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے اپنی تمام تر مصرفیات اور جسمانی عوارضات کے باوجود اس کام کو انجام دے کر پوری اردو دنیا کے سر سے اُس قرض کے بار کو اُتار دیا جو صدیوں سے چلا آرہا تھا جس کی طرف لوگ تا ہنوز متوجہ نہیں ہوسکے تھے اور ہوتے بھی کیونکر جبکہ یہ سعادتِ عظمیٰ آپ کے نام لکھی ہوئی تھی۔

ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہی یہ کتاب ہندوستان کی یونیورسٹیز کی لائبریریز، پروفیسرز اوراسکالرز نیز بیرون ممالک کی ان یونیورسٹیز کی لائبریریز، پروفیسرز اوراسکالرز کوکوفراہم کی جائے گی جہاں اردو شعبہ کام کر رہا ہے، جس سے کہ ہم اپنے نصب العین کو حاصل کرسکیں یعنی نعت یونیورسٹیز، کالجز اور بورڈس میں درس وتدریس کے مقام پر فائز ہوسکے۔

آخر میں ہم اربابِ علم ودانش سے عرض گزار ہیں کہ اس کتاب کے حوالے سے اپنے گراں قدر تاثرات سے ضرور نوازیں جس سے کہ ہمیں اپنی کدوکاوش کا اندازہ ہوسکے۔ ویسے تو ہم نے اس کے جتن میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے مگر بحیثیت انسان ہم سے فرو گزاشت ہوسکتی ہے اگر آپ کو اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی نشان دہی لازمی طور پر فرمائیں تاکہ ہم آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کرسکیں، جذاک اللہ احسن الجزاء۔

فیروز احمد سیفی

فاؤنڈر/ ڈائرکٹر نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا

(نیویارک)

۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۴۴ھ

۵/ جون ۲۰۲۳ء

تقدیم

ربِّ کریم نے اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی تخلیق کا موجب و مصدر قرار دیا ہے۔ انھیں کی ذاتِ مبارک کے طفیل جہانِ موجود اور ممکنات کی دنیا کو نمود حاصل ہے۔ ہر شے انھیں کی جلوہ گاہ کے نور و نشاط سے کسبِ فیض کرتی ہے:

یا زنورِ مصطفیٰ اورا بہاست　　　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

وہ ہر گوشۂ زمین پر بارانِ رحمت بن کر برسے اور خار و خس سے محروم زمین کو بھی لالہ وگل کی روئیدگی بخش دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلاب آفریں بعثت نے ابر نیساں کی طرح انسانی فکر و ذہن کو حکمت و دانائی سے گہر بار کیا، ہمارے فکر و نظر کی شادابی اسی سر چشمۂ تخلیق سے مستعار ہے، فکر و شعور کا گراں قدر سرمایۂ ادب اسی ذاتِ گرامی کا فیضان ہے۔ اس کی مدح سرائی کے لیے رہ روانِ شوق کی تخلیقی سرگرمیاں فردائے قیامت تک جاری رہیں گی۔ جذب وشوق کا مرکزِ نور وہی ہے ان کی ذات وصفات کے ذکر کو فوز وفلاح کا وسیلہ بتایا گیا ہے انھیں کے اسمِ مبارک کے وظیفے سے اولاد آدم اشرف ہے اور افضل بھی۔ ربِّ جلیل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بنی نوع بشر کو تسخیرِ کائنات کا راز داں بنایا ہے۔ اسرارِ کائنات کی راز کشائی کسی قدر موئے قلم سے ممکن ہوتی ہے۔ یہی قلم وحی وتنزیل کا کاتب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا محافظ بھی۔ ہر قلم جو ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہے وہ رشک آفریں ہے۔ ثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف ہر تخلیق صاحبِ ایماں کے لیے جانِ عزیز سے بھی عزیز تر ہے۔ ان کی نسبت سے تحریر و تخلیق ہر تحسین سے مستغنی ہو جاتی ہے۔ اس خدمت کی بجا آوری سے قلم شاہِ جہانم

کہلاتا ہے۔ ربِّ جلیل اور شہِ لولاک کی ذات وصفات کے تذکرے کے لیے ہی قلم مامور و مکلّف کیا گیا ہے۔قلم کے قسم کھائے جانے کا یہی جواز ہے۔یہی اس کی شہنشاہی ہے۔ ورنہ روسیاہی، حمد وثنا سے قلم مقامِ محمود تک رسائی حاصل کرتا ہے کیونکہ یہ نورِ ازل کی نمود سے پہلے ظہور میں آنے والی نورفشاں ذات مبارک کی مدح کے لیے مامور ہے۔ صاحبِ قلم بھی صریرِ خامہ کی بدولت قربِ الٰہی کا سزاوار ہوتا ہے۔لوح وقلم کی پاکیزگی سے ہمیں متعارف کرایا گیا ہے۔ ذاتِ باری سے اسے قربِ خاص حاصل ہے۔نوعِ بشر کے ساتھ ہر شے کا کاتبِ تقدیر یہی قلم ہے۔آفریں ہو ہر اس قلم پر جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشخصیت کو قلم بند کرنے کے کام آیا ہے قلم کی بدولت اسوۂ حیاتِ طیبہ کا ہر نقش ونگار محفوظ کیا گیا۔اسی کی اتباع کو دستورِ دین کا محکم اساس قرار دیا گیا ہے۔ان کے شب وروز کے معمولات کی مکمل پیروی کو ہی حاصل حیات فرمایا گیا ہے۔اسے ہی ہر مومن کا شیوۂ کردار وگفتار تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ دنیا کے کسی فرد کو اس احترام وعقیدت سے نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی جان وتن کو قربان کرنے کا بے مثال جذبہ ہی مشاہدے میں آیا۔ آخری صحیفۂ آسمانی کی تاکید ہے کہ جب تک ذاتِ گرامی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جائیں۔ ہم مومن نہیں ہو سکتے۔آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بے نظیر امتیاز ہے اور اس خاص امتیاز سے اقوامِ عالم میں ان کی امت بھی سب سے ممتاز اور منفرد ہے اس ذات مبارک سے وابستہ ہمارا جذب وجنوں بھی بے عدیل و بے نظیر ہے۔ کائنات کی سب سے بزرگ وبرتر ہستی کے طفیل سے علم وادب کا عظیم الشان سرمایہ وجود میں آیا۔ارشادو اقوال کے ساتھ سیرت وسوانح کا یہ گراں قدر ذخیرہ بھی کسی نبی کا نوشتۂ تقدیر نہ بن سکا۔علوم کے یہ سرچشمے بھی آپ کی ذات کے مرہونِ منت ہیں۔ تاریخ وسیر کے ساتھ شعری زبان میں مدح وثنا کے بیش بہا سرمایۂ تخلیق کی تمام تر نسبتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوئیں۔منظوم نغمہ سرائی کا گراں سرمایۂ ادب بھی کسی دوسرے رسول یا رہ نما کی شان میں تخلیق نہ پا سکا۔رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو یہ منظوم خراجِ عقیدت بھی نہ

پیش کیا جاسکا۔ ہمیں فخر ہے کہ شعری نذرانے کا سب سے وقیع اور وافر ذخیرہ اردو کے سرمایۂ سخنوری کا گنجینۂ گہر ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی برصغیر میں بستی ہے اس کثیر آبادی کا وسیلۂ اظہار اردو زبان ہے۔ جس میں دینی عقائد وافکار کے ساتھ ثقافت کی روح جلوہ گر ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے۔ قرآن سے متعلق جو ذخیرہ ہے وہ بھی کسی دوسری کتاب کے بارے میں ناپید ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو میں قرآنی سرمایۂ ادب کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ اردو کے اس شرف میں بھی کوئی دوسری زبان شریک نہیں۔ عربی وفارسی کے مقابلے میں اردو کم عمر زبان ہے۔ مگر اس زبان میں کتاب اور صاحبِ کتاب پر موجود ادب ایک حیرت کدہ ہے۔ اردو کم عمر جدید زبان ہونے کے باوجود دینِ مبین سے متعلق سرمایۂ علمی کی تخلیق واشاعت میں دوسری زبانوں پر سبقت رکھتی ہے۔ اردو کے شعری تخلیق میں حیرت خیز کرشمہ ساز قوتِ نمو ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قبلہ نما کی ہے جن کے فیضان سے تخلیق پُرنور ہوتی ہے۔ ہر سخنور اپنی فہم وذکا اور جذب وشوق کے مطابق شعری وسیلۂ ابلاغ میں نذرانۂ احترام پیش کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اردو میں نعتیہ ادب کا گراں قدر سرمایہ وجود میں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک اور اوصافِ حمیدہ کے بیان میں عقیدت واحترام، جذب وشوق اور نکات آفرینی کو جس دل کش اور والہانہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ سیرت نگاری میں کم نظر آتا ہے یہ اسلوبِ اظہار شاعری میں بڑی وسعتوں کا حامل ہے کیونکہ فکر وخیال کی دنیا، بے کراں امکانات سے روشن ہے۔ فن کاروں نے ان امکانی وسعتوں کو بھی گرفت میں لانے کی کوشش کی ہے اور اپنے تخیلی پرواز سے ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق نئے نکات منظوم کیے ہیں۔ مختلف علامتوں اور رمز وایما کے اشاروں سے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکات شعری زبان میں بیان کیے گئے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

گم اس میں ہے افلاک کا بلیغ اشارہ بھی اس ذاتِ مقدس کے لیے ہے۔ کیوں کہ فلک الافلاک کی تمام پہنائیاں اسی ذات مبارک میں سمٹ گئی ہیں۔

تحریر وتقریر اظہارِ خیال کے دو وسیلے ہیں۔ تحریر زیادہ مفید، مؤثر اور مستحکم ذریعۂ ابلاغ ہے۔ اس کے دو اسالیب بیان ہیں۔ نثر و نظم۔ نثر میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی کتابوں کا حیرت انگیز ذخیرہ موجود ہے۔ آپ کی ذات گرامی کی بدولت ایک نئے شعبۂ علم کا اضافہ ہوا۔ جسے سوانح نگاری کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری سے پہلے اس علم کا فقدان تھا آپ سے پہلے کسی پیغمبر یا پیشوا کی سیرت وسوانح کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ آپ کی سیرت وشخصیت پر منظوم ادب کا سرمایہ مختصر ہے۔ کیونکہ اس میں جزئیات نگاری پر کم توجہ دی گئی۔ فضائل ومناقب، اخلاقِ حسنہ، شبیہ وشمائل کو بہ طور خاص منظوم کیا گیا یہاں تخیل کی پروازِ بے جا کی گنجائش نہیں ہے۔ کفر وایماں کے درمیان بڑے نازک اندیشے حائل ہوتے ہیں جو فن کار کو تخیل کی بے اماں دنیا میں بھٹکنے سے روکتے ہیں۔ ہر ہر قدم پر تابِ گفتار بس کہہ کر ٹھہر جاتی ہے۔ بہ قول عزت بخاری یہ شہِ لولاک کی جلوہ گاہ ہے جو زیرِ آسماں عرشِ عظیم سے بھی نازک تر ہے۔ یہاں تو جنید بغدادی اور بایزید بسطامی بھی سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں:

ادب گاہیت زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایز یدایں جا

شاعری کا سرچشمہ تخیل ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ میں تخیل کو محدود اور محبوب فضاؤں میں ہی پرواز کی اجازت ہے۔ اس تاکید کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شعرا نے معجزہ ہائے ہنر کی مثالیں قائم کی ہیں۔ آپ کی تعریف وتوصیف میں کہے گئے اشعار صنفِ ادب میں نعت کہلائے۔ بعد ازاں منظوم سیرتِ پاک بھی قلم بند کیے گئے۔ علامہ اقبال

اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے داخل کیے گیے مقالے میں تقریباً سو منظوم سیرت پاک کی فہرست دی گئی ہے۔ عصرِ حاضر میں رقم کی گئیں کئی منظوم تخلیقات میرے پیشِ نظر ہیں۔ قیصر الجعفری کا 'چراغِ حرا' لانبہ کا 'کلام ناطق' چندر بھان خیال کا 'لولاک' منیر احمد جامی کا 'وجہِ کل' سید غضنفر کا 'حرزِ جاں' اور اٹھارہ ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل لطیف اکبر آبادی کا 'اذکار لطیف' حیرت خیز یادگار ہیں۔ بیسویں صدی سیرت نگاری اور نعت گوئی کا عہدِ گل ہے۔ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قلم بند کرنے کی جو کوشش اس صدی میں کی گئی وہ بے مثل اور قابلِ رشک ہے۔ انیسویں صدی میں سر سید کی تحریر مشعلِ راہ بنی اور ان کے رفیق کار مولانا شبلی نعمانی نے بیسویں صدی کے آغاز میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلم بند کر کے اس فن کو مہر جہاں تاب کی روشنی بخش دی۔ یہ امر غور طلب ہے کہ بیسویں صدی کے نصف اول میں پیغمبر اعظم و آخر پر جو ذخیرۂ ادب وجود میں آیا وہ کسی فکری انقلاب سے کم نہیں ہے۔ حالؔی کا یہ شعر زبانِ عام پر آوازِ دروں کی طرح جاری ہوا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی برلانے والا

روئے زمین پر ملت کی سب سے بڑی آبادی محکوم تھی اور مغربی عقیدہ وافکار سے مغلوب بھی صلیب وشہادت کے سوا سبھی راستے بند تھے۔ اس آزمایش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشخصیت کا انقلاب آفریں پیغام ہی ہر مرض کا مداوا سمجھا گیا۔ ایمان وآگہی کی سلامتی کے ساتھ مغرب کی غلامی سے آزادی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کو ہی نسخۂ شفا سمجھا گیا۔ اقبال جیسے دانائے راز بھی اپنی تمام تر فکری یافت وآگہی کو ذاتِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ تسلیم کرتے ہیں:

ایں ہمہ از لطفِ بے پایانِ تست
فکرِ ما پروردۂ احسانِ تست

(پس چہ باید کرد)

اقبال صدقِ دل سے معترف ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے کراں فیضان نے ہی ان کی فکر ونظر کو بالیدگی اور بلندی بخشی ہے۔ گویا ان کے فکری نظام کا مصدرِ اعظم آپ کی ذاتِ گرامی ہے۔ خاکِ مدینہ ہی ان کے لیے سرمۂ نور ہے اسی نے ان کے لوح وقلم کو دروں بینی عطا کی ہے۔ عالمِ آب وخاک میں ہر شے کو انھیں کے ظہور سے فروغِ نظر حاصل ہے اور ہر ذرۂ ریگ کو طلوعِ آفتاب کی تابانی اسی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتوِ مہر سے ملتی ہے۔ اس کے در تک رسائی ہی دین ودانش کی معراج ہے:

اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی است

فکری سطح پر یہی خیال اس دور کے ہر صاحبِ ایمان کے قلب ونظر میں جاگزیں ہے۔ کیوں کہ بہ قول اقبال:

از خدا محبوب تر گردد نبی

اس عہد کے نگارشاتِ قلم کا قابلِ قدر حصہ اسی ذات مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے اور منسوب بھی۔ نعت ومناقبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تقریباً ہر فن کار کی تخلیق میں حوالے موجود ہیں۔ تخلیق کی اس فروزاں کیفیت اور فرزانگی پر حیرت ہوتی ہے اور بشاشت قلب بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس تخلیقی فیضان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کئی زندۂ جاوید نظمیں لکھی گئیں۔ شبلی کا شہر آشوبِ اسلام، حالی کا مدوجزرِ اسلام، اقبال کا طلوع اسلام، شکوہ وجواب شکوہ وغیرہ تخلیقات نے خاص وعام کے محسوسات کی دنیا بدل دی۔ ان تخلیقات کا مرکزی نقطہ حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے شعری بیانیے کی ہر جہت میں اسی ذات گرامی کے آثار واشارے سے کشتیٔ فکر رواں ہوتی ہے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

شہر وقصبات میں نعت خوانی کی محفلیں آباد ہوئیں۔ طرحی وغیر طرحی مشاعروں سے ادبی فضائیں منور ہوئیں۔ ولادت باسعادت کی مبارک تقریبات نے نعت گوئی اور ذکرِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح وشام کے وظیفے کا معمول بنا دیا:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی　　سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوع انسانی
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ان روح پرور نغموں نے شہر و مضافات کی فضاؤں کو نوری و حضوری سے معمور کیا۔ یہ سلسلہ تا حال وفورِ شوق اور جذبِ دروں کے ساتھ جاری ہے۔ ادب اور اقدار سے بیزار اور بغاوت کرنے والے مکروہ فکر کے حامل ترقی اور جدیدیت پسند بھی سیرتِ رسول کے جذبے کو سلام کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس قبیلے کے کئی شعرا کا کلام انتخاب میں شامل ہے۔ ان کی فکری کج روی کے باوجود ان کی عقیدت و ارادت قابلِ تحسین ہے۔ اس تحریک کے شور و غوغا سے مجموعی طور پر ادب کا نقصان ہوا۔ مگر نعت گوئی کا سلسلہ رواں دواں رہا۔ حیرت ہوتی ہے کہ ذہنی فساد و فسوں کے دور میں شاہ نامۂ اسلام تخلیق کیا گیا جس میں تاریخ و تہذیب کے اعلیٰ اقدار نے تخلیق کی قابلِ رشک مثال پیش کی۔ ولادت باسعادت کے اشعار نے برصغیر کے ہر گوشۂ زمیں کو سوز و سرور سے سرشار کیا۔ علامہ اقبال اپنے جا بجا بکھرے اشعار سے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت و دانائی کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ انہوں نے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی جہت دی اور ممکنات کی دنیا آباد کی۔ ان کی غزل کے ان دو اشعار نے محاورۂ نعت بن کر ہر خاص و عام کے طرزِ بیان کو تازگی سے آشنا کیا:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

نعت میں محبت و ارادت کی جگہ مقاصدِ رسالت کے حکیمانہ پیغام کو پیش کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ رحمتِ عالم کے ساتھ محسنِ انسانیت کے پہلو پر توجہ دی گئی اور بنی نوع بشر کی فلاح و بہبود کے سب سے عظیم داعی کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ سرمایہ و مزدور کی کشاکش میں ہر جبر و ظلم کے خلاف آپ کی انقلاب آفریں آواز کو لبیک کہا گیا۔ سیرت پاک کے اس انقلابی

پہلو کو نعت میں خاص توجہ دی گئی۔ نعرۂ انقلاب کی صدا دینے والے شاعر جوش کے اشعار ملاحظہ ہوں:

تیرے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں　　تیرے حضور سجدہ ریز چین وعرب کی خودسری
تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوص و بندگی　　تیرے غضب نے بند کی رسم ورہِ ستم گری
تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے　　بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری

بعثتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی تعبیروں یا ان کی تجدید نو نے نعت گوئی کے امکانی زاویوں کی راہ روشن کی۔ احسان دانش کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

مگر حد سے بڑھا جب ظلم مزدوروں غلاموں پر
سزائیں برملا ملنے لگیں جب نیک کاموں پر
نحیفوں کو سہارا مل گیا الطافِ باری کا
درِ افلاس پر سر جھک گیا سرمایہ داری کا
غلاموں کو دیا اس شان سے پیغامِ آزادی
کہ گردش میں ہے تیرہ سو برس سے جامِ آزادی

گویا نعت نگاری میں کرۂ ارض کے معاملات کی ترجمانی نے ایک نئے عنوان کو متعارف کرایا۔ اوران سلگتے ہوئے مسائل کا شافی علاج دامنِ رسول میں پایا گیا۔ اس نئے عنوان کی تازگی وطرح داری کا آغاز اقبال نے اپنی پرشکوہ نظم 'خضرِ راہ اور طلوعِ اسلام میں (۱۹۲۳ء) میں ایک بشارت بھری آواز سے کیا تھا:

تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

تقریباً ہر صنفِ شعر میں نعتِ رسول قلم بند کی گئی ہے۔ یہ بذاتِ خود ایک صنف ہے مگر قصیدہ، مثنوی، نظم وغیرہ میں بھی نعت کثرت سے موجود ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے بھی مختلف فنی صورتوں میں وافر مثالیں ملتی ہیں۔ عروض کی پابندیوں کا بھی احترام کیا گیا ہے۔

نئے تجربے بھی کیے گئے ہیں۔ ہر زمانے میں تخلیق کے علاوہ اسے فکر و تحقیق کا خاص موضوع قلم قرار دیا گیا۔ آزادی کے بعد دانش گاہوں میں تحقیق کا کام شروع ہوا۔ ڈاکٹریٹ کی سند کے لیے ملک میں سب سے پہلے سید رفیع الدین کو اردو میں نعتیہ شاعری کے تحقیقی مقالے پر ۱۹۵۶ء میں ناگپور یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی تھی۔ ۱۹۷۶ء میں یہ مقالہ پاکستان سے شائع ہوا۔ بعد ازاں نعت ریسرچ سینٹر انڈیا سے دوبارہ شائع کیا گیا۔ پاکستان میں ڈاکٹر ریاض مجید کا قابل قدر تحقیقی مقالہ شائع ہوا۔ رحمتِ رب ہے کہ رودِ رواں کی طرح یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ تخلیق اور فن سے متعلق نئے گوشے اور نئے نکات سامنے آرہے ہیں۔ تنوع اور بے کراں وسعتوں کا حامل یہ موضوع مطالعہ میں روز افزوں ہے۔ اسی طرح انتخاب کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ کئی انتخابات سامنے ہیں۔ ایک نئے انتخاب کی ضرورت اور مطالعے کے پیش نظر یہ کوشش ایک عاجزانہ پیش رفت ہے۔ ہر کوشش تکمیل طلب ہوتی ہے۔ مکمل اور حرفِ آخر اللہ کی ذات ہے۔

راقم نے عہدِ قدیم کے نعتیہ کلام سے انتخاب کا آغاز کیا ہے۔ کیونکہ وہ ہمارا قدیم اور بہت وقیع سرمایہ ہے۔ ہماری ادبی تاریخ خسرو کے مشکوک اور مشتبہ کلام سے نہیں شروع ہوتی۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ ان کے اردو کلام کے وجود کا کوئی پختہ ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے برخلاف انھیں کے معاصر ملا داؤد کا کلام معتبر اور تحقیق شدہ ہے۔ اس عہد کے مخطوطات کی موجودگی سے اس متن کی صحت میں کوئی شک نہیں رہتا۔ ہماری بدتوفیقی تھی کہ اردو کو صاف وشستہ اور شہری زبان بنانے کے شوقِ بے جا میں انھیں تسلیم کرنے سے گریز کیا گیا۔ جب کہ ہندی والوں نے بخوشی اپنا لیا اور ہم محروم رہے۔ یہی سلوک جائسی اور کبیر کے ساتھ بھی کیا گیا۔ دکن کے قدیم شعراء کا بھی انتخاب ہے جو بیشتر مثنویوں سے ماخوذ ہے۔ قدیم دور کے لسانی اظہار کا مطالعہ ضروری ہے۔ قدیم ثقافتی سرمایہ ہماری سرخ روئی کا سبب ہے۔ ان سے گریز پائی ہماری کم نگہی اور بدنصیبی ہوگی۔ زبان و بیان کے انداز مشکل اور کم مانوس ہی سہی۔ ادب کے ارتقائی اسلوب کے مطالعہ کے لیے قدیم طرزِ نگارش کی تفہیم واجب

ہے۔ یہ صرف ادب نہیں ہے بلکہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر مشتمل عقائد وایمان کا انمول رتن ہے۔جنوب وشمال کے مشترک اقدار وادب کے ترجمان ولی ہیں۔ جسے شمالی ہند کا پہلا نعتیہ قصیدہ نگار کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے جمال آفریں قصیدہ قلم بند کیا۔ قصیدے کے بھرپور آہنگ وشکوہ کو برقرار رکھتے ہوئے مذہبی جمالیات کے ساتھ قصیدہ نظم کیا:

عشق میں لازم ہے اول ذات کوفانی کرے
ہوفنا فی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے

جس مکاں میں ہو تمہاری فکرِ روشن جلوہ گر
عقل اول آکے واں اقرارِ نادانی کرے

عارفاں بولیں گے جان ودل سوں لاکھوں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

شاہ حاتم نے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری ہیئت میں نظم کیا ہے۔ ولی کے بعد سوداؔ کا لافانی قصیدہ ہمارے نصاب کا مقبول حصہ بنا۔ ان کی روایت نے قصیدہ نگاری کو تلاطم خیز بنا دیا۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ خواجہ میر دردؔ، میر تقی میرؔ غالب اور ذوق نے اردو نعت نگاری پر کم توجہ دی ،مومن نے بھرپور تلافی کی اور اس شاہراہ کو چراغاں کیا۔ نئے موضوع ، نئے اسالیب اور نکاتِ نو سے سرشار یہ صنفِ ادب روز افزوں ترقی کرتی گئی۔ نعت کے انتخاب میں علمی وادبی اسالیب کے ساتھ جذبہ وفکر کے محسوسات پیش نظر رہے ہیں۔ یہ نازک فن ہے ہم کسی بھی تخلیق کو کم وبیش کے میزان پر نہیں رکھ سکتے۔ ہم درجہ بندی بھی نہیں کر سکتے۔ معیاری اور غیر معیاری کی گفتگو بھی مناسب نہیں ہے۔ راقم بس اتنا کہہ سکتا ہے کہ اس قید وبند کے زمانے میں ناچیز کو جو سہولت سے مل سکا وہ کلام انتخاب میں شامل ہے۔اس انتخاب میں دانش گاہوں کے نصابات پیشِ نظر ہیں۔ یہ بھی ذہن میں تھا کہ نعت پاک کا ایک ایسا مجموعہ شائع کیا جائے۔ جو ہماری نصابی ضرورت کی کفالت کر سکے تا کہ نسلِ نوجواں کی فکری تربیت میں یہ معاون ہو سکے اور شائقینِ ادب کے لیے مزید تشویق کا

سامان فراہم کر سکے۔ اپنی بے بضاعتی اور کوتاہیوں کے ساتھ جو بن پڑا وہ حاضر کر رہا ہوں۔ ناچیز عزیز محترم پروفیسر شہاب الدین صدیقی، ڈاکٹر خالد ندیم اور ڈاکٹر طارق الیاس کے پُرخلوص تعاون کا احسان مند ہے انہوں نے اس عاجز کو چراغِ رہ گزر کی روشنی فراہم کی، ڈاکٹر رضوان الرضا، لکھنؤ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب کی پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ عزیزم ڈاکٹر سراج احمد قادری کے ہمہ وقت تعاون اور کرم نوازی کے لیے ممنونِ التفات ہوں۔ عزیزم ڈاکٹر محمد شاہد خاں نے بڑے ذوق و جذبے سے میری مدد کی۔ ربِّ جلیل سے دعا ہے کہ وہ ان دوستوں کے مبارک سلسلۂ شوق کو شرفِ قبولیت بخشے اور نعمتِ دارین سے سرفراز کرے۔ آمین

پروفیسر عبدالحق

مُلّا داؤد

(ولادت ۱۲۸۶ء)

مثنوی چندائن

پرش ایک سرجس اجیارا
ناؤں محمد جگت پیارا
جہہ لگ سبے پرتھمی سری
اوتہ ناؤں منادی پھری
جہہ جہوا وہو ناؤں نہ لیجا
ور سر کاٹ اگن مکھ ویجا
دوسر ٹھاؤں دیئی یوں کینہا
وچن سنائی پنتھ کے دینا
تیہ مارگ جو چال سرائی
دُہ مہہ گت پہ چھا بڑھائی
پاپ پن کی تریکائی یوں برے تمھار
دئی لکھا سب ماگھوں دھرہر کے ہم بھار

فخرالدین نظامیؔ

(وفات ۱۴۲۱ء-۱۴۳۴ء کے درمیان)

کدم راو پدم راو

نعت

تُھیں ایک سا چاگُسائیں اَمر
سَرے دو کے تیں جگ توڑ آدکر

پٹھایا امولک رتن نُور دھر
کہ تے ویل بِلگت کَرن راج کر

امولک مُکٹ سیس سنسار کا
کرے کام نِردھار کرتار کا

محمد جرم آد بنیاد نور
دوَے جگ سرّے دے پرسادنور

نہ اکّاس دھرتی نہ دنبو نہ چند
نہ بھریا گَچھوّا دیتا نُور سند

مشالا اسی کا جو ویسے گہِیر
جلے جگّ اِس تِھیں اسے دیہہ دھیر

بڑا رُکھّ آنیا شرع کی اَران
دھرت پیر پکڑے گگن ڈال تھان

سیوا سیو تِل تِل کرے دِنّ مان
یکس ہتّ کھنڈائیں ہَتّ دان

میاں جے دُہوں جَرم کا ہم ہوا
ہمن بل بنے گا نبی بَل سِوا

نبی بَیر میں دند کیستا بنار
اَنگُل ہت کر چند کیتا دوپھاڑ

پٹھاویں نبی مال دھر روم رے
پٹھاویں نبی بھیٹ کسریٰ وگَے

سنواریں رتن دان دے درّسَر
کھڑک مار بیری کرے سَتھَر

محمد بڑا راوتِ جگّ تھا کہ شجرا چرن رائے جگ مگّ تھا
نبی یار تھے یار تے جھار جھار بچارن نبی کام کرتے بچار
رتن چار تھے لے گئے چار جَن رتن بیچتیں جسم رہے جیوکھن
ابابکر سا چا، عمر کا نیاوَ کہ عثماں بھنڈاری علی کھڑگ راوَ
نہ کُچ ہت تِس راوَ، دَرویش بھیس پتک مُول لے راوَ بھیجے بدیس
اودو اَنت لگ راوَ اَپس راوَ بَل دوئی آن میں سردھرے پاوَ تل
جگا جوت ڈنبر کرے اَندکار اُجالا کیا تَیں دُھوں جرم ٹھار
خدا سَنوریا مصطفیٰ سنوریا خدا باصفا مصطفیٰ سَنوریا
سنور فخر دیں اب کسی سنور سے اُلوالامر اپنا اُسی سنور سے

نظامیؔ جس اُوپر پھری ایک چُک
رتن لال موتی بھرے تِسّ مُکھ

محمد فخر الدین ابن نشاطی

(وفات ۱۵۵۴.....۵۵ء)

پھول بن

نعت

کہوں میں نعت سرورﷺ کا شفیع المذنبیں برحق
کہ جس کے نور سوں پرتو کیا دو جگ کوں تابانی

کروں میں لے قلم ہات ابتدا نعت — سچے حق کے پیمبر کا ادا نعت
محمدﷺ پیشوا ہے سرداراں کا — اہے سرخیل سب پیغمبراں کا
محمدﷺ توں نبی ہے آج برحق — قمر کوں یک اشارت میں کیا شق
ہوا آدم پنچ احمد کی خاطر — پیالہ جیوں کہ آیا بد کی خاطر
تری تعریف کا اونچا ہے پایا — خدا قرآن میں تج کوں سرایا
نبی توں پاک، تیرا پاک دیں ہے — سچا توں رحمت للعالمیں ہے
اگر ہوتا نہ تو، آدم نہ ہوتا — نہ آدم بلکہ یو عالم نہ ہوتا
شرف پایا ہے آدم تجہ طرف تے — ہوا موجود عالم تجہ طرف تے
تری تعریف کرنے کس کوں حد ہے — ہوا تو روح، آدم سو جسد ہے
اہے معلوم سب کوں یو بشارت — کہ توں معنی ہے آدم سو عبارت
یوں آیا توں ہوے پھر سارے مرسل — کہ پھول آگے پیچھے آتے اہے پھل

چہرہ انساں کا پایا تجہ سے سورنگ
کل آدم کا لیا یوں تجہ کنے منگ

اہے مقصود تجہ میوے سوں میرا
اہے مطلب ترے سیوے سوں میرا

شریعت کا سٹیا آوازہ جگ میں
طریقت کوں کیا توں تازہ جگ میں

حقیقت تجہ سوں ہے حق کا ہویدا
خدا کا معرفت تجہ سوں ہے پیدا

صفاداری کی رہ میں تیری ہر سو
کریں جاروب حوراں اپنے گیسو

پنکھی اڑتا سو جم تجہ شاہ پر کا
اہے جبرئیل کے دوشاہ پر کا

ہے تجہ مکھ نور کا دیوانہ جبرئیلؑ
اہے تجہ شمع کا پروانہ جبرئیلؑ

شبِ معراج ہے تجہ لمہ سوں روشن
فلک کا سبز ہے تجہ شہ سوں گلشن

دیسا سو حال دو معراج کی رات
جگت کی عقل سوں پیلاڑ ہے بات

نوازیا تل میں توں افلاکیاں کوں
کیا پل میں مشرف خاکیاں کوں

ہے تیرے خلق سوں جنت معطر
کرم سوں ہے ترے طوبیٰ مشمّر

سُرج کوں چھانوں کُئی دیکھے نیں کیں
توں سورج تھا اسی تے چھانوں تجہ نیں

زمیں رہی اس سبب یوں پست ہوکر
کہ سایہ نیں پڑا تیرا تس اوپر

اسی تے عرش سب میں ہے بلند آج
جو تجھ نعلین کوں کیتا ہے سرتاج

جو کئی دشمن جو تیرے دیں کے ہیں
دولایق کاف ہور ودشیں کے ہیں

شہا جس دن جو رستا خیز ہوگا
سُرج کا آنچ بھوتچ تیز ہوگا

توں کر ابن نشاطی کے سر اوپر
شفاعت کے ترے سایہ کوں چھتر

اوّل داماد با اخلاص عثماں
کہ جس تے ہے جمع سالیم قرآں

دو عثماں ہے سوالحق وقاری
عبادت میں ہوئی شب زندہ داری

نہ رہنے دی دنیا میانے ریا کوں
جلوی دنیا ہے زینت سب حیا کوں

سیوم اصحاب عبادت کے ہیں عثمان
ہوا قرآن کا آداب ہور مان

غواصیؔ

(۱۷۵۷ء-۱۸۳۵ء)

سیف الملوک و بدیع الجمال

نعت

سچا توں محمد سچا مصطفیٰ　　سچا ہے توں احمد سچا مرتضیٰ
توں طٰہٰ توں یٰسین توں ابطحیٰ　　تو اُمّی توں مکّی توں مرسل سہی
توں اوّل تو آخر تو ہی ہے امیر　　توں ظاہر توں باطن نبی بے نظیر
تُہیں ہاشمی ہور قریشی رسول　　جو کچ توں کہے سو کرے رب قبول
توں قائم توں حجت تو حافظ سچا　　توں شافع توں سابق توں واعظ سچا
تقی ہوا سخی توں ولی ہور خلیل　　دیا تج نبی ناؤں رب الجلیل
خدا کے نبیاں کا سو سلطان توں　　دیو نہار ساریاں کوں ایمان توں
تو صاحب سچا ہے جگت تین کا　　سدا تج تھے معمور گھر دین کا
تو ظاہر تو پنہاں اچھے سب سیتے　　ولے ہر کڑی مل اچھے رب سہیتے
زمیں تھے عرش پر گئے شہ سوار　　کرے توں گذر پل میں کئی لاکبار
ملائک یو پروانہ تج نور کے　　ولیاں سارے ذرّہ ہیں تج سور کے
طلب کا جو سر پر رکھیا تاج توں　　دیا تل میں جا نورِ معراج کوں

خدا ہور تج میں جدائی نہیں　　کسے رب سوں یوں آشنائی نہیں
ہتیلی ترا لوح انگلی قلم　　تری مشت میں عرش کرسی ہے جم
خدا کا جو عالم ہے ہجدہ ہزار　　رہیا ہے ترے چھاؤں تل برقرار
تو جس ٹھاؤں اپنا رکھے پاؤں توں　　تو در حال جیو آوے اس ٹھار کوں
زباں دیوے توں بے زباں کے تیئں　　فرح بخش جیواں کے کاناں کے تیئں
تو ہیں معجزیاں کوں سو دیکھلا نہار　　تو ہیں سب کو جنت میں لے جانہار
غواصی جو صدقا ہے تج ناؤں پر　　فدا جیو ہے اس کا ترے پاؤں پر
نبیﷺ کے ابابکر اصحاب ہیں　　سو دُسرے عمر ابن خطاب ہیں

سو عثماں نبی کے بڑے یار ہیں
ہمیشاں وو ان کے وفادار ہیں

ملا اسداللہ وجہی

(وفات ۱۶۵۹ء)

قطب مشتری

محمد نبی ناؤں تیرا اَہے — عَرش کے اُپر چھانُو تیرا اَہے
کہ چودہ مُلُک کا تُوں سلطان ہے — علی سا تیرے گھر میں پردھان ہے
اسی ہَور یک لاک پیغمبر آے — ولے مرتبا کوئی تیرا نہ پاے
چھپیا نور سب کا ترے نور اَنگے — کہ جیوں تارے چھپتے اَہے سوٗر اَنگے
مسیحا بندا آچ تُج راز کا — مُعلم اَہے نوح تُج جہاز کا
خدا سوٗں گئے توں جہاں اے خلیل — نہ عیسا وہاں آئے نا جبرئیل
عَرش کرسی تُج گھر ہے، دَر آسماں — توٗں سورج ہے بادل ترا سایہ باں
ملایک اَہیں جپتے اَسمان میں — رہیں رات دن سب ترے دھیان میں
تو سلطان مصحف علم ہے ترا — نبیاں ہور ولیاں سب حشم ہے ترا
اوّل ہَور تھا دین اب ہَور ہوا — محمد تے یوٗ دین ور زور ہوا
بندے ہوکے خدمت کریں تیرے گھر — ازل ہَور ابد ہَور قضا ہَور قدَر
ترا دین جس دن تے پرگٹ ہوا — سو اُس دن تے سب کُفر تلپٹ ہوا
محبت، مروت، وفا ہَور حِلم — حلیمی، سلیمی، عمل ہَور عِلم
توں پیدا ہوا، یوٗ ہُویدا ہوئے — اَوَل یوٗ نہ تھے، تُج تے پیدا ہوے

یَتیاں خصلتاں خوب ہے ِکس مَنے
غضب ہَور غُصّہ، نہیں جس مَنے

نوَ دنو ہیں تُج نانْو، یک، نانْو نیں
توں چھانْو ہے، چھانْو کوُں چھانْو نیں

توُں نور ہَور نورِچہ ترا نانْو ہے
کہ چنّدنا تُج چندر کرا چھانْو ہے

جو دن چھانْو تیرا اُجالا اَچھے
نہ ِنس توُں کہ تُج چھانْو کالا اَچھے

کہ توُں نُور تُج چھانْو بھی نور ہے
اندھارا اُجالے ستیٰ دور ہے

اُجالا سو دیس ہَور رات اَنّدکار
نہیں مل کر اَچتے یوُ دو ایک ٹھار

اُجالا ہے جاں واں اندھارا نہیں
اَنّدھارا ہے جاں واں اُجالا نہیں

ترا چھانْو وو ہے جو کہنہ طور تے
نِکلتیچ جَھمکیا اَدِکھ سور تے

تری چھانْو کا نور جگ دیک کر
خبر سن کے موسیٰ ہوا بے خبر

جو دیکھے تری چھانْو کا ذرّہ نور
پڑے مست ہوبُھیں پو اَنّبر تے سور

امیدوار ہے جگ ترے پیار کا
کہ بخشائے توُں پاپ سَینّسار کا

شفاعت کَرَنہار سب کا تُہیں
اَپے لاڈلا ایک رب کا تُہیں

ذکرِ معراج

صفت کر توں معراج کی رات کا
کہ جا گیا اَہے بخت تُج بات کا

اَتھا اُس ریَن کوُں عجب کچھّ نور
کہ لاکھاں تے چانداں، کروڑاں تے سوُر

مَلِک زر گراں، زر لے کر سور کا
مُلمّا اَنّبر کوُں کِئے نور کا

نبی آتے ہیں کر سنے جب یو بات
سنّوارن لگے نو اَنّبر دھات دھات

ملایک ملے تھے نو اَسمان کے
مُقرّب، بڑے پاک، بَھو مان کے

جو جبریل تے پائے خوش یوُ خبر
بجانے لگے سب طَبَل عرش پر

نبی تھے اَجھوں آپ نے گھر منے　　جو غوغا کئے قدسی اَنّبر منے
نبی آج ہمارے یہاں آئیں گے　　ہمیں سب اُنو کا دَرَس پائیں گے
ملائک اُچھلنے لگے ذوق سوٗں　　سو حضرت کے دیدار کے شوق سوٗں
فرشتے سورج چاند تارے تمام　　نو اَسمان کے رہن ہارے تمام
قدم بوسی کے شوقِ تے دھائے کر　　رہے پئُلے اَسماں میں آئے کر
جدا تھے سو مل کر سبھیں ایک ٹھار　　خوشیاں عیش کرتے اَتھے بے شمار
جو ویسے میں جبریل اُتر آئے کر　　بشارت سو حضرت گنے لیائے کر

بغل میانے غاشا لے کر خاصہ دار
ہوا جبرئیل، ہَور پکڑیا تکھار

محمد نصرتی

(وفات ۱۶۷۴ء)

رہے نامور سیّد المرسلین   کہ آخر ہے وے شافع المذنبین
ادا ہوئے نہ حمد احد کی بچن   نراتھے جلگ مدح احمد میں من
عجب آفرینش کے دریا کا در   کہ جس نورتی بحر ہستی ہے پر
نول رکھ بہ خلقت کے اے دل توں رنج   وہی پھل ہے آخر جو اول ہے بیج
نہ تھا جد بھی جد تد ہو پوتا اتھا   اپین پنت اپس جد کی جوتا اتھا
اتھا تب تو موجود تمکین میں   جب آدم اتھا ماء والطّین میں
شرفدار پوتے تی اس حد کون پاڑ   بزرگی دھری جوں میٹھے پھل تی جھاڑ
حبیب احد تونچہ اے مصطفیٰ   ترا ناؤں لیتیچ ہوے دل صفا
احد ہور احمد میں جگ کون عظیم   معما ہوئی کرچہ میانے کی میم
اُسی میم تھے پن معما شگاف   دیکھیں عین احد کوں چہ احمد تی صاف
زہے دین دنیا میں سرمد ہے توں   تون محمود وہاں یہاں محمد ہے توں
تیری ذات تی پائی دنیا سکت   تیری سون چہ محمود اچھے عاقبت
اوچایا ہے تون گرچہ آخر علم   اوّل سب تی جنت میں تیرا قدم
چھوٹنہار تیریچہ تی جگ اچھے   شفاعت تیری انبیاء لگ اچھے
قیامت کے طوفان میں ہو جگ ادھار   لے جاوے توں امت کی کشتی کو پار

قیامت کوں تیرے طفیل اے دلیل
کرے جگ پہ جنت کون خوان خلیل

تیری شان سرتاج لولاک کا
تیرے بخت کون تخت افلاک کا

کرن کا سورج چھتر بجھ لال ہے
عمود صبا تیرے سر ڈھال ہے

تیرا نور اُبچتے جو نکلیا دھواں
رہے چھا کے دنیا پہ نو آسماں

سلگتے جدا جیوں شرارے ہوئے
چندر سور ہور سب ستارے ہوئے

تیرے خوئے کا بند ہو بحر شرف
بچھایا زمیں مار موجان سون کف

سخن صاف مکھ کھول جب توں کریا
سمندر کی سپیاں میں موتی بھریا

یتا کچھ جو بھاری اچھے کوہ قاف
اوہے سایہ تجھ حلم کا بے خلاف

دسے ابر تیر بچہ ہمت کی چھاؤں
ہوا میہوں نون نجھ سخاوت تی ناؤں

ترا کہرگ روشن جو کیتا جھلکہ
ہوئی عکس تے لس کی بجلی الکھ

زہے آتشیں ابر جس نیر سون
ہوا باغ دین بور چوندھیں سون

اچھے لگ یو دنیا دسے ذت جواں
بھے لگ آ قیامت کا باد خزاں

صبا حشر کی اس گلستان تی معطر
اچھے ہوئے ایمان تی

شہ خلق مخفی و ظاہر تہیخ
سبون تی ادا کہ نقش آخر تہیخ

ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت
جڑیا لس پہ جب توں شہ نیک بخت

دیکھا یک توں فرمان راسخ خطاب
کیا رد صحایف و بعضے کتاب

جتے عالماں کے چراغاں تے نور
ہوا محو نکلے پہ تجھ ذات سور

ترے داب کے دبدبے تل انگات
دبے دھاک دھر لات عزا منات

تیرا معجزا معجزیاں کے اوپر
کہ کیتا گگن پر تون شق القمر

تجھ انگلی کی نہو کا لگیا سو خیال
اجو نلگ بھی ہوئے سپورن ہلال

تیرے ہت میں دریا کانسدن ترنگ
تجھ انگلیاں تی نکلی پنج امرت کی گنگ

حمادی تیرے ہت تی پائے زبان
ہوئے تھے گنگے یعنی تسبیح خوان

بتی کان سکت تھی مسیحا کے ہات　　پکے پر کرے آپ بزغالہ بات
کیا حب توں ات فیض کی یک نظر　　سوکا نخل پل میں ہوا بارور
کرن منکران کا چہ دعوے تباہ　　دے تجھ نبوت کی حیوان گواہ
نگر دین کا پور تجھ قول تے　　ستم کفر کا دور تجھ ہول تے
ہوا تجتے جبرئیل کا طمطراق　　شرف تجھ سواری سوں پکڑیا براق
نستگ تجھ ترنگ کی کھڑی کہکشا　　کھلا ہے وا کا او پہریا سو نشاں
ترے نور تی یک یو شعلہ ہے سور　　سریا نو فلک واں ئیں احان ہے طور
قدم تی تیرے نامور فرش ہے　　شرفناک تجھ گرد تی عرش ہے
تہیں حق سوں نت ہمزباں ہمکلام　　تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام
تہیں لامکاں کے دھنی کا انیس　　توں بیمثل بے شبہ کا ہم جلیس
بن آواز بن حرف کے خوش بچن　　سنیا لامکاں میں تہیں پا وطن
زباں سوں امولک گہر سنج تونچھ　　دھرے سینہ حق راز کا گنج تونچھ
جتے مرسلاں میں تو اپروپ ہے　　او طالب ہیں توں حق کا مطلوب ہے
دوجے گرچہ حیران ہے رویت کے کاج　　ہور آپستے آپے ہوا تجھ پوراج
او طالب کون کس لن ترانی جواب　　تجے تو اپی ہو ملن کا خطاب
دیکھیا ان تو سفلیچہ جاگے پہ رنج　　تجے تو لگیا لامکاں نیچ گنج
اچھیں کیوں نہ یارب ہمیں ات غنی　　جب ایسا اگھانا اچھے سردھنی

ایتا نصرتی دیں کے سرتاج کے بچن
بچن بولا اقبال معراج کے

ولی دکنی

(۱۶۶۸-۱۷۰۷ء)

کلیاتِ ولی

درنعت حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے — ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یاد کے گلزار پر دونین کر ابر بہار — پیچ کھا سینے میں دل کوں سنبلستانی کرے
مرتبہ خلت پناہی کا وہ پاوے گا جو کئی — مثل اسماعیل اوّل جی کوں قربانی کرے
جوش دے یک بارگی دل کے دریا کوں لہوستی — گوہرا نجھواں کوں رو رو رنگ مرجانی کرے
جو اپس تن کوں گلاوے عشق میں ہر صبح وشام — وہجھ کامل ہے سدا جوں ماہ تابانی کرے
سرخ رو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز — دل کوں لوہو کر اوّل لوہو سوں جو پانی کرے
عشق کی آتش میں جالے تن کوں جو کئی رات دن — وو قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے
وو پاوے مطلب راضیۃ مرضیہ — محض للہ جگ میں جو اعمال پنہانی کرے
درود پڑھنے درد کا انجھواں کی تسبیح ہاتھ لے — دل کوں کر سپارۂ غم ذکر قرآنی کرے
عشق سوں فارغ جو کوئی رہ نحس اکبر ہے مدام — ساتویں کھنڈ پر اگر ایوان کیوانی کرے
وہچہ دانا ہو تجے گردون دوں کوں اے عزیز — سٹ کے دنیا کوں جو کئی جگ میں خدادانی کرے
اپنے مطلب کو یو لیلیٰ کا وہی دیکھے جمال — عشق میں دل کوں جو مجنوں بیابانی کرے

حشر میں شیریں ہے وہ حق سوں سنے شیریں بچن　　شوق میں دل کوں جو فرہاد کہستانی کرے
بوریائے بے ریا کوں تخت سوں بوجھے ادہک　　اس اپر ہوکر سلیماں شکر رحمانی کرے
جیوں انگوٹھی میں نگینہ یوں کرے تسخیر خلق　　تخت دل کوں جو بہ از تخت سلیمانی کرے
زندگی پاوے ابد کی جگ منیں وہ خضر وقت　　جو اپس کوں فدوی محبوب سبحانی کرے
یا محمد ﷺ دو جہاں کی عید ہو تجھ ذات سوں　　خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے　　بندگی میں آپ کو جیوں ماہ کنعانی کرے
زینوا الحانکم کا گر سنے داؤد ناؤں　　ہووے خوش، دربار پر تیرے خوش الحانی کرے
نوح تجھ رحمت کی کشتی باج کہیں پاوے نہ تھا وہ　　تجھ غضب کا گر سمندر جوش طوفانی کرے
رتبہ عالی میں دیکھے حق نزیک اپنا کلام　　گر کلیم اللہ آ، تیری ثنا خوانی کرے
جسم کوں سٹ روح سوں آوے بہت مشتاق ہو　　گر تری امت خلیل اللہ کی مہمانی کرے
تب مسیحا فقر کے خط کوں سکھے گا تجھ نزیک　　مشق کرنے فقر کی جب لوح پیشانی کرے
کیا ملک کیا جن وانس، یہ جگ میں کس کوں ہو سکت　　خط بنا تجھ مکھ کے جو تفسیر قرآنی کرے
دیکھ طوبیٰ قد ترا جنبش میں آوے شوق سوں　　جب گلستان ارم کی تو خرامانی کرے

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولؔی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

سراؔج اورنگ آبادی

(۱۷۱۵-۱۷۶۳ء)

کلیاتِ سراج

درنعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِ خدا سیّد المرسلیں
قیامت کے دن شافع المذنبیں
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں
کیا جس کی تعظیم روح الامیں
عجب روز محشر کا سردار ہے
صف اصفیا میں وو سالار ہے
جگت میں او سے سلطنت ہے مدام
جماعت میں ہے انبیاء کی امام
رہِ شرع کا ہادئ مستقیم
شریعت کے دریا کا درِّ یتیم
حبیب خدا والیِ روزگار
دوعالم کی اقلیم کا تاجدار
شہ انس و جاں سب کا مقبول ہے
نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا
زمیں آسماں سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولاک جس شان میں
شہنشاہ ہے ملک عرفان میں
سدا گُمرہوں کا وو ہی رہنما
ہے خیرالورا احمد مجتبیٰ
عجب ذات مقبول کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے
بنایا ہے عالم کوں او شاد وو
ہے علم لُدنی کا استاد وو
عجب ذاتِ احمد بلا میم ہے
کہ قرآن میں جس کی تعظیم ہے

نہ لاتے تھے کافر اوّل اپہ دیں	پچھے معجزے دیکھ لائے یقیں
شہادت کی انگلی دکھا یک بیک	کیا چاند جب شق گیا اون کا شک
زباں کوں کہاں تابِ گفت و شنید	ہے جس کی صفت میں کلام مجید
ہے سب سروراں میں اُسے سروری	اسی پر ہوا ختم پیغمبری
نہ ویسا ہوا کوئی بھی ابتدا	نہ اس باج ہو ویگا اب کوئی دوجا
اَوَل بھی وہی تھا اور آخر وہی	ہے باطن ووہی اور ظاہر ووہی
سراؔج اب نہ کر گفتگو بیشتر	ادب کے محل سیں نہ جا پیشتر
کہ دم مارنے کی یہاں نہیں ہی بات	اگر چہ ووہی ذات یہاں ہوئی صفات
ووہی نور یہاں آ کہ ظاہر ہوا	آپس آپ قدرت پو قادر ہوا
ولیکن ادب تجہ کوں درکار ہے	شریعت کی یے راہ دشوار ہے

☆☆

نام تیرا مطلعِ فہرست ہے دیوان کا	ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا
جی سے ''یبقی وجہ ربک'' کا سدا سمرن کو پھیر	دور کر من سے خیال ''**من علیھا فان**'' کا
یا محمد تجھ کرم میں ہوں سدا امیدوار	جلوۂ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا
کر سراسر شوق میں بیہوش مجھ کو یا حبیب	دے مجھے بھر کر پیالہ نشا و عرفان کا
توں احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے	زیب پایا تجھ صفت میں ہر ورق قرآن کا
اے سراؔج اپنی خودی کو بیخودی میں محو کر	شغل جاری رکھ ہر اک دم میں ہوالرحمٰن کا

شاہ ظہور الدین حاتمؔ دہلوی

(۱۶۹۹-۱۷۸۳ء)

دیوانِ حاتم

اوّل خدا نے نور تمہارا عیاں کیا　　اس نور سیں بنا یہ زمین و زماں کیا
تجھ در پر آرزو میں سلیماں مثالِ مور　　کیوں کر نہو کہ تجھ کو شہِ خسرواں کیا
صاحب دلوں کو حشر تلک ہے وہ سجدہ گاہ　　جس سرزمین پر جو قدم سیں نشاں کیا
کحل البصر کی جا تری خاکِ قدم کو بوجھ　　آنکھوں کو مردماں نے بنا سرمہ داں کیا
دیکھا فلک سیں قد کا ترے مرتبہ بلند　　طوبیٰ نے قدِّ تیر کوں اپنی کماں کیا
غفلت کے خار ہوش کے تیشہ سیں کاٹ ہم　　گلشن بنا کے دل کو تمہارا مکاں کیا
حاتمؔ کا دل ہوا تھا سراپا اگر ضعیف　　تجھ عشق نے یہ پھر سر نو سیں جواں لیا

☆☆

مسدس

آپ کی یاد کر خدا کی قسم　　جان و دل شاد کر خدا کی قسم
غم سوں آزاد کر خدا کی قسم　　عشق پر صاد کر خدا کی قسم
پیرو استاد کر خدا کی قسم
سب کوں ارشاد کر خدا کی قسم

بادشاہِ جہاں خدا کوں جان جس نے پیدا کیا زمیں و زمان
اس کی قدرت کو دیکھ کر پہچان کہ وہی ہے تری پناہ و امان
اس ستی یار ہو خدا کی قسم
سب سوں بے زار ہو خدا کی قسم

از درو زر سیں ہوں بہت بیزار احمدی ﷺ دین میں کیا ہے قرار
دل کے گلزار میں ہوئی ہے بہار فرقِ حارص پے دم بدم ہے زار
صاحبِ لاج ہوں خدا کی قسم
گرچہ محتاج ہوں خدا کی قسم

سرورِ اولیاء محمد ﷺ ہے مقصدِ انبیاء محمد ﷺ ہے
رہ بر و رہ نما محمد ﷺ ہے شاہِ روز جزا محمد ﷺ ہے
اس پے ہوں گا فدا خدا کی قسم
دل سوں ہوں مبتلا خدا کی قسم

شاد رہتا ہوں عشق میں ہر دم کچھ نہ رکھتا ہوں فکرِ شادی و غم
عشق کے بحر میں مثالِ قلم چلا جاتا ہوں میں قدم بہ قدم
کہ ملوں آپ سیں خدا کی قسم
اپنے دل دار سیں خدا کی قسم

قائم چاندپوری

(وفات ۱۷۹۳ء)

کلیاتِ قائم

در نعت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

ہے اس حدیقے میں جوں غنچہ اُس کی زیست بہ کام
کہ تنگ آئے جو شیشے سے مستغل ہو بہ جام

جو وضع باغ جہاں دیدنی ہے تو بارے
عدم سے آئیں ہیں کیوں بند دیدۂ بادام

ہے ساتھ عیش کے زیرِ شہپر کلفتِ غم
کہ متصل ہو شفق سے ہمیشہ ظلمتِ شام

ڈر آہ اہل کدورت سے تو کہ برق بلا
زبانہ زن ہے سدا مثل شعلہ زیر غام

نہ ہوئیں اہل صفا لطف غیر کے مرہون
کہ تیغ موج کو ہے اپنی آب ہی سے نیام

نہ جل کے خاک ہو کیوں کر اساس خانۂ دل
ہو عشق شعلہ طبیعت جہاں مدار مہام

میں ہوں وہ دانۂ آتش رسیدہ، بو کے جسے
خجل ہے آپ کشاور ز گردش ایام

خدا ہی جانے کہ کیا اس وجود سے تھی مراد
کہ ہے نہ کفر کے لائق نہ قابل اسلام

جو ناتمامی خلقت یہی ہے اپنی کہ ہے
تو بعد مرگ بھی شاید کہ ہو جیے نہ تمام

یہ ناقبول بد و نیک ہوں میں جگ میں کہ ننگ
قبول عکس سے میرے ہے آئینے کو مدام

گنہ کیے ہیں میں جتنے سو ہیں حساب سے بیش
ڈرے ہے دل کہ ہو روز حساب کیا انجام

شب گزشتہ میں سوچے تھا اُن عمل کے تئیں
جو قوہ سے کہ وہ آئے ہیں فعل بیچ تمام

ز بس خراش ندامت تھی گوشہ گیر خیال
کمیں میں دل کے میں پاتا تھا سیکڑوں آلام

کچھ اک زمانہ عجب مخمصے میں تھا میں اسیر
کہ دل کو غم سے تسلی نہ جان کو آرام
سروش غیب نے ناگاہ گوش دل میں مرے
جناب حضرت حق سے دیا یہ لا کے پیام
کہ اے شکستہ دلِ کوے نیستی، ہے تری
اگرچہ حد سے زیادہ مذلت اقدام
پہ رحم کر کے ترے حال پر بہ وضع نوید
کہے ہے داور دادار تجھ کو بعد سلام
کہ تھا تو ہمہ دوزخ تو فعل بد کے سبب
پہ بخشے جرم ترے میں پے شفیع انام
زہے شفیع کہ گر ہو نہ اُس سے چشم کرم
تو اک جہان تبہ کار کا تباہ ہو کام
ہے حل وعقد جہاں اُس پہ اس طرح موقوف
کہے تو ہاتھ میں اُس کے ہے آسماں کی زمام
قبول دیں ہو نہ اس کا اگر ممد و نمود
لعاب نطفہ تہوع سے ڈال دیں ارحام
جو قصر داد میں اس کے فروغ شمع کو دیکھ
ہو آشیاں میں کوئی مرغ رات بے آرام
تو دن میں مہر کو چڑھ آئے اس سبب تپ ولرز
کہ ہوں میں نور کی نسبت سے خلق میں بدنام
نہ ایک باز کو صحرائے عدل میں اُس کے
رکھے ہے جان سے عاجز ہمیشہ خوف حمام
ہے بیم میش سے یاں خیل گرگ کا یہ حال
کہ چوں پلنگ سے بھاگے ہے گلہ اغنام
میں قصر قدر کی اس کے کہوں سو کیا رفعت
کہ پہلی سیڑھی ہے جس کی نہ آسماں کا یہ بام
ہے جی میں واں میں یہ مطلع پڑھوں حضور کے بیچ
جہاں نعیم دوعالم ہیں کم تریں انعام
ہے اس طریق پہ تجھ سے جہاں کا ربط ونظام
ہو ساتھ شخص کے سائے کو جس طرح سے قیام
مطیع امر کا تیرے نہ ہوئے کیونکہ سپہر
ہے ہفت پشت سے اس خاندان کا وہ غلام
رواج دیں ہے ترا اس قدر کہ نسبت کفر
کریں ہیں دیر میں راہب پہ ہم دگر اصنام
جو بار حلم ترا دوش چرخ پر رکھے
ہو جوف تحت میں رفعت کا فوق کی ادغام
خلا زبس کہ جلالت سے ہے تری مملو
نگہ کو تا سر مژگاں ہیں چشم سے سو گام
جہاں شمار ہو اعدا ترے کی تنگیِ حال
فراخ وسعت گردوں سے واں ہے چشم لیام
کیا ہے جب سے کہ تیں مسکرات کو مطلق
ز روئے رحم، جبلّت جہانیاں پہ حرام
رحیق مے کا جگر خوں ہے خوف سے ہر وقت
ہے برگ بنگ کا خطرے سے سبز چہرہ مدام

بسان شمع نہ سایہ تھا اس لیے تیرے — کہ خلق ہوئے گی سائے ترے میں روز قیام
جو خلق سے ہو ترے عنکبوت کو تعلیم — ہزار پیل کو رکھے وہ ایک تار سے تھام
خدا نہ کردہ جو تیری نگاہ خشم کے ساتھ — پڑے معاملہ گردوں کو قہر کے ہنگام
ہوا میں جیسے دھواں دم میں ہوئے ہے ناچیز — ہوں اس طرح متلاشی سپہر کے اجرام
کرے نہ مہر جو تجھ صبح رائے سے دعوا — تو کیوں زمانہ اسے پٹکے خاک پر ہر شام
دو بندہ ہائے کمیں ہیں ترے قضا و قدر — نگاہ دوختہ بر لب، مطاوع احکام
ہے بحر عدل ترا جب سے جوش میں، ہرگز — رہا نہ صفحۂ آفاق پر غبار ظلام
رکھے ہے خوف ترے قہر کا عدو کو یہ خشک — کہ تف سے دل کے اب اس کے کھلیں جو تن کے مسام
عجب نہیں کہ کرم خوردہ چوب کی مانند — عوض عرق کے جھڑیں خاک ہو بدن سے عظام
کرے نہ عدل ترا گر بخار ظلم فرو — رکھے نہ خلق ترا گر جہاں کا تازہ مشام
قریب ہے کہ ہو پردوں میں آسماں کے ورم — یقین ہے کہ فلک کو ہو خبط یا سرسام
میں تیرے رخش کی جلدی کو کیا کروں تقریر — کہ جس کی سیں سے عاجز ہے سرعت اوہام
بسان شعلہ ہے تحریک باد سے مضطر — برنگ باد ہے اپنے میں آپ بے آرام
ہے وہ روندہ کہ صحرا تراش و کوہ شگاف — ہے یہ کہ وِندہ کہ گردوں نورد وعرش خرام
جو مہر و ماہ ہوں اُس کی رکاب میں بالفرض — تو یہ سریع ہو سرعت میں گردش ایام
کہ بس کہ جلد گزر جائے دورۂ شب و روز — تمیز ہوئے نہ وقت سحر سے موسم شام
طلا و نقرہ ترے دست جود کے آگے — زبس کہ آپ کو پاتے ہیں بے وقار تمام
یہی سبب ہے کہ روپے کا رنگ رو ہے سفید — یہی جہت ہے کہ سونے کا زرد ہے اندام
تری تو نعت ہو کس سے، پر اس بہانے کے ساتھ — کچھ عرض حال کرے ہے حضور میں یہ غلام
شہا! ہے شہد سے شیریں کلام منھ کا مرے — بہ یمن لطف عذوبت کلامِ خدام
میں ہی ہوں آج وہ عالم میں گوہر نایاب — کہ جس کے مول سے خالی ہے کیسۂ ایام
کہاں فلک نے لیا امتحاں قلم کا مرے — کہ میں دیا نہ عطارد کو دس جگہ الزام

کب اس طرح میں لکھی یاں رباعیات وغزل
کہ تر ہوئے نہ خجالت سے سعدؔی و خیاؔم

شروعِ فکر سخن میں کرے نہ یاں شاعر
مروڑے کان نہ جب تک وہ لے کے میرا نام

پر اس تفاخر بے جا سے مجھ کو کیا حاصل
جو دشمنی میں ہے میری یہ چرخ نا فرجام

اگر ہوں ماہ، رکھے مجھ کو تیرہ پائے کسوف
وگر ہوں مہر، کرے مجھ کو تنگ زیر غمام

کبھو کرے ہے جو میری دوائے صفرۂ نو
تو اس طرح سے کہ دیتا ہے درد با دشنام

بنائے عیش رکھی میں کہاں کہ صد اندوہ
طرح سے سیل کی پہنچے نہ واں گسستہ لجام

ہوئی وہ صبح کب ایسی کہ مثل غنچہ میں دل
بھرا نہ خون سے مانند شیشۂ حجام

خدا کے واسطے مجھ کو خدا سے چاہ تو اب
کہ رد نہیں ہے کسی حق میں مقبلوں کا کلام

شب سیاہ میں زورق شکستہ، باد یہ تند
ہے آگے قلزم و پیچھے نہنگ خون آشام

جو ایسے وقت میں تو ہی نہ دست گیر ہو تو
اُمید کس سے رکھے یاوری کی پھر یہ غلام

بس اب اس ہرزہ درائی سے باز آ قائؔم
ادب ضرور ہے ظالم کہ ہے ادب کا مقام

مقدور کسے نعت پیمبر کی رقم کا
ہر دم ہے دم تیغ پہ یاں راہ قلم کا

کل گشت دو عالم سے ہو کیوں کر وہ تسلی
زائر ہو جو کوئی ترے کوچے کے ارم کا

گو خضر تھا منزل کو نہ مقصود کی پہنچا
جویا نہ ہوا یاں جو ترے نقشِ قدم کا

امکان نہ تھا ممکن و واجب کو سمجھنا
مظہر جو نہ ہوتا تو حدوث اور قدم کا

ہے جرم نہ کردہ کی مرے عفو خریدار
تا گرم ہے بازار تری بیعِ سلم کا

کیا دور جو بخشش پہ کریں ناز جرائم
جس روز کہ شافع ہو تو اعمال امم کا

یا ختم رسل ﷺ گرچہ گنہ گار ہے قائؔم
پر اُس کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا

مرزا محمد رفیع سوداؔ

(۱۷۱۲-۱۷۸۸ء)

کلیاتِ سودا

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا کر اوّل ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغ بے جوہر و گر نہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہ دل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچے کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہلِ دولت کی
نہ جھاڑے آستینِ کہکشاں شاہوں کی پیشانی

عروج دست ہمت کو نہیں ہے قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زر افشانی

کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردوں کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلود کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

اذیت وصل میں دونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالاں فصل گل میں مرغِ بستانی

موقر جان ارباب ہنر کو بے لباسی میں
کہ ہو جوں تیغ یا جوہر اسے عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سن کر
کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد و آتش سے
موافق گر نہ ہووے دوست، ہے وہ دشمن جانی

نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جب تک ہے داغ دل سے فرصت کیونکہ ہے پانی

کرے ہے دہر زینت ظالموں پر تیرہ روزی کو
کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوعِ مہر ہو پامال حسرت آسماں اوپر
لکھوں گا پھر غزل کر اس زمیں میں مطلع ثانی

مطلع

عجب ناداں ہیں وہ جن کو ہے عُجبِ تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

نہیں معلوم ان نے خاک میں کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ تیرا دل نہ نرما دے تو یا قسمت
وگر نہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہوگئے پانی

تری زلفوں سے اپنی روسیاہی کہہ نہیں سکتا
کہ ہے جمعیّتِ خاطر مجھے ان کی پریشانی

زمانے میں نہیں کھلتا ہے کار بستہ حیراں ہوں
گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی

جنوں کے ہاتھ سے سرتا قدم کاہیدہ اتنا ہوں
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی

نہ رکھا جگ میں رسمِ دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی

سیہ بختی میں اے سوؔدا نہیں طولِ امل لازم
نمط خامہ کے سر کٹوائے گی ایسی زباں دانی

سمجھ اے ناقباحت فہم کب تک یہ بیاں ہوگا
ادائے چینِ پیشانی و لطفِ زلفِ طولانی

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے
نہیں ہے ان سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل ان کی چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہوئے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دینِ محمد پیروی میں اس کی جو ہوویں
رہے خاکِ قدم سے ان کی چشم عرش نورانی

مَلک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی کو آدم و حوّا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی میں تا آیات قرآنی

خیال خلق اس کا گر شفیع کافراں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منّت یہودی اور نصرانی

زباں پر اس کی گزرے حرف جس جاگہ شفاعت کا
کرے واں ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق وزانی

رکھا جب سے قدم مسند پر آ ان نے شریعت کی
کرے ہے موجِ بحر معدلت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پر خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو
کرہ کو آگ کے وو ہیں کرے غرق آن کر پانی

موافق گر نہ کرتا عدل اس کا آب و آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکلِ لعل رمّانی

یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جگ میں
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لے جانی

پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا
شباں نے گرگ کو گلّے کی سونپی ہے نگہبانی

ہما آسا ہے پروازِ ملخ اوج سعادت پر
کرے ہے مور چڑھ کر سینۂ دو پر سلیمانی

کھلے ہے غنچۂ گل باغ میں خاطر سے بلبل کے
جواب اوراق جمعیّت کو ہوتی ہے پریشانی

جہاں انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا
تو اس کے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی

ہزار افسوس اے دل ہم نے تھے اس وقت دنیا میں
وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی

نہ ہونے سے جدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے
قیامت ہووے گا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے
بجا ہے کہئے ایسے کو اگر اب یوسفِ ثانی

معاذ اللہ یہ کیسا حرف بے موقع ہوا سر زد
جو اس کو پھر کہوں، تو ہوؤں مردود مسلمانی

کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا
کہ وہ مہر الوہیّت ہے، یہ ہے ماہ کنعانی

جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد
جو معنی اس میں ہیں بے شک وہ ہیں معنی ربانی

حدیث 'من رانی' دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ جس نے ان کو دیکھا ان نے دیکھی شکل یزدانی

غرض مشکل ہمیں ہوتی کہ پیدا کر کے ایسے کو
خدا گر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سوداؔ میں دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منھ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

میر تقی میر

(۱۷۲۲-۱۸۱۰ء)

کلیات میر جلد دوم

مسدس ترجیع بند در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

جرم کی کھو شرمگینی یا رسول ﷺ　　اور خاطر کی حزینی یا رسول ﷺ
کھینچوں ہوں نقصان دینی یا رسول　　تیری رحمت ہے یقینی یا رسول ﷺ
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

لطف تیرا عام ہے کر مرحمت　　ہے کرم سے تیرے چشم مکرمت
مجرم عاجز ہوں کر ٹک تقویت　　تو ہی صاحب تجھ سے ہے یہ مسئلت
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

کیا سیہ کاری نے منھ کالا کیا　　بات کرنے کا نہیں کچھ منھ رہا
رحم کر خاک مذلت سے اٹھا　　میرے عفو جرم کی تخصیص کیا
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

اب ٹھہرتا ٹک نہیں پائے ثبات　　دستگیری کر کہ پاؤں میں نجات

جرم کیا ہیں میری کتنی مشکلات ہے کفایت ایک تیری التفات

رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ

ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

دہر زیر سایۂ لطف عمیم خلق سب وابستہ خلق عظیم

تجھ سے جویاے کرم عاصم اثیم سخت حاجت مند ہیں ہم تو کریم

رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ

ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

ہو رہے ہیں ہم جو دوزخ کے حطب سر پہ یہ اعمال لائے ہیں غضب

رکھتے ہیں چشم عنایت تجھ سے سب تجھ سوا کس سے کہیں احوال اب

رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ

ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

نیک و بد تیرے ثناخوان ہمم لطف تیرا آرزو بخش امم

ملتفت ہو تو تو کاہے کا ہے غم تو رحیم اور مستحق رحمت کے ہم

رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ

ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

روؤں ہوں شرم گنہ سے زار زار بے عنایت کچھ نہیں اسلوب کار

دل کو جب ہوتا ہے آ کر اضطرار زیر لب کہتا ہوں یہ میں بار بار

رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ

ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

سبز برپا ہوگا جب تیرا نشاں آفتاب حشر میں بہر اماں

ہووے گی انواع خلقت جمع واں کیوں نہ ہو سائے میں اس کے دو جہاں

رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ

ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

روسیاہی جرم سے ہے بیشتر روسفیدوں میں خجل مجھ کو نہ کر
ایک کیا آنکھیں ہیں میری ہی ادھر تجھ سے راجی بے بصر اہل نظر
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

کچھ بھی جو ہیں واقف راز و نیاز عام تجھ انعام پر کر چشم باز
شعر یہ مشہور سب دے دل گداز پڑھتے ہیں جاے دعا بعد از نماز
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گماں گہ قرآں خواں میرؔ تھے گہ سبحہ خواں
وقت یکساں تو نہیں اے دوستاں اب یہی ہے ہر زماں ورد زباں
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

سعادت یار خان رنگینؔ

(۱۷۵۷-۱۸۳۵ء)

فرس نامۂ رنگین

در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

لکھوں نعت اس کی میں کس طرح ساری
براق ادنیٰ تھا جس کی اک سواری

بڑا ہے عرش سے بھی اُن کا پایا
کہ سب کچھ جن کی خاطر ہے بنایا

بظاہر گرچہ وہ اُمّی تھے لیکن
بھرا تھا علم سے کل ان کا باطن

وہ باتیں ان کے تھیں نزدیک آساں
کہ جن کو کرسکے مطلق نہ انساں

بیاں ان کی کریں کیا تم سے اوقات
یہ الفت ان کو تھی ہم سے کہ دن رات

جناب کبریا میں کرکے زاری
طلب کرتے تھے آمرزش ہماری

اگر حامی نہ ہوتے ایسے کامل
تو بے شک ہم کو پڑتی سخت مشکل

نبی کتنے گئے اس غم سے روتے
کہ اے کاش ان کی ہم امّت میں ہوتے

تلف یوں ہی ہوئی سب ان کی رقت
برآوے گی مگر عیسیٰ کی حسرت

سراہیں اپنی ہم قسمت کو رنگیںؔ
کہ امت میں ہوئے ہم ان کی بے کیں

بس یوں ہی چاہتی ہے گی مری فکر
کہ اصحابوں کا ان کے میں کروں ذکر

مثنوی رنگین

آپ بھی عاشق پیمبر پر ہوا
نور سے اپنے اسے پیدا کیا
کیا کہوں نعت اس شہِ لولاک کی
جس کے باعث ہے یہ عزت خاک کی
اس کی ہستی کا نہ ہوتا گر سبب
تب یہ مخلوقات کچھ ہوتی نہ سب
ذات عالی کا اسی کی ہے ظہور
یہ جو ظاہر سب جگہ ہے اس کا نور
اس کے باعث سے ہوئی یہ کائنات
ہے بنا ہستی کا جو اب تک ثبات
فیض امت پر یہاں تک عام ہے
قم باذنی کا یہاں احکام ہے
یاں زباں قاصر ہے جو کیجیے بیاں
خاک کے پتلے کو یہ طاقت کہاں
وہ جو ان کے آل اور اصحاب ہیں
ہو جیو ان پردرود اور رحمتیں
طول اے رنگینؔ اسے اب دیجیے کیا
الغرض اپنا بھی ہے کچھ مدعا

میر حسنؔ دہلوی

(۱۷۳۷-۱۷۸۶ء)

مثنوی سحرالبیان

نعت حضرت رِسالت پناہ کی

نبی کون؟ یعنی رسولِ کریم نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمی لقب یہ علم لدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے، اور کیے بے رقم چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم
ہوا علم دیں اُس کا جو آشکار گذشتہ ہوئے حکم، تقویم پار
اُٹھا کفر، اِسلام ظاہر کیا بتوں کو خدائی سے باہر کیا
کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے بنایا نبوت کا حقدار اُسے
نبوت جو کی اُس پہ حق نے تمام لکھا اشرف الناس، خیرالانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

☆☆

کروں اُس کے رُتبے کا کیا میں بیاں کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں
مسیح اُس کی نرگاہ کا پارہ دوز تجلیٔ طور، اُس کی مشعل فروز
خلیل اُس کی گلزار کا باغباں سلیماں سے کئی مہردار اُس کے یہاں

خضر، اُس کی سرکار کا آبدار　　زِرہ، ساز، داؤد سے دس ہزار

محمد کے مانند جَگ میں نہیں　　ہوا ہی نہ ایسا، نہ ہوگا کہیں

یہ تھی رمز، ہو اُس کے سایا نہ تھا　　کہ رنگِ دوئی وہاں تک آیا نہ تھا

نہ ہونے کا سایے کے تھا یہ سبب　　ہوا صرف پوشش میں کعبے کی سب

وہ قد اِس لیے تھا نہ سایہ فگن　　کہ تھا کل دو اک معجزے کا بدن

بنا سایہ اس کا لطیف اِس قدر　　نہ آیا لطافت کے باعث نظر

عجب کیا جو اُس گل کا سایہ نہ ہو　　کہ تھا وہ، گلِ قدرتِ حق کی بو

خوش آیا نہ سایے کو ہونا جدا　　اُسی نورِ حق کے رہا زیرِ پا

نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھانو　　کسی کا نہ منھ دیکھا، دیکھ اُس کے پانو

وہ ہوتا زمیں گیر کیا فرش پر　　قدم اُس کے سایے کا تھا عرش پر

نہ ہونے کی سایے کے اک وجہہ اور　　مجھے خوب سوجھی، پہ ہے شرط غور

جہاں تک کہ تھے یہاں کے اہلِ نظر　　سمجھ مایۂ نور، کحل البصر

سبھوں نے لیا پتلیوں پر اُٹھا　　زمیں پر نہ سایے کو گرنے دیا

سیاہی کا پتلی کی، ہے یہ سبب　　وہی سایہ پھرتا ہے آنکھوں میں اب

وگر نہ یہ تھی چشم اپنی کہاں　　اُسی سے یہ روشن ہے سارا جہاں

نظر سے جو غائب وہ سایا رہا
ملائک کے دل میں سمایا رہا

شیخ امام بخش ناسخ

(۱۷۷۱-۱۸۲۸ء)

(کلیاتِ ناسخ)

دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدارِ محمد کا

گھسے مثل قلم پائے طلب لیکن نہ ہاتھ آیا
نشانِ سایۂ احمد، نشاں تصویرِ احمد کا

عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علم باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا

کرے گا جب کہ وہ اتمام آ کر حجتِ حق کو
زمانے میں رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

مسیحا بہر بیعت آئے گا چرخِ چہارم سے
نہیں موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا

جو نزدیک اس سلیمانِ زماں کا دور آئے گا
بیابانوں میں ہوگا ایک مسکن دام اور دد کا

خدا تیرا معرّف ہے، ملک تیرے موصّف ہیں
نہیں حدِّ بشر کہنا ترے اوصاف بے حد کا

نہ سوئے جاہِ دنیا منھ کیا اے شاہِ دیں تو نے
سریرِ سلطنت تکیہ ہے گویا تیری مسند کا

جو کندے ناتراشیدہ ہیں ان کو فیض صحبت کیا
سوا اس کے کہ پایا مرتبہ ہے چوبِ مسند کا

بنا اے مہرِ تاباں قصرِ یاقوت اپنے جلوے سے
سیہ خانہ نظر آتا ہے یہ گنبد زبرجد کا

معانی قل ہو اللہ احد کے ہیں یہاں ناسخ
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمد کا

ولی محمد نظیر اکبر آبادی

(۱۷۴۰-۱۸۳۰ء)

کلیاتِ نظیر

تم شہ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تم شہ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ سرگروہ مسلمیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ قبلۂ اہلِ یقیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ
رحمۃ للعالمیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

آسماں تم نے شبِ معراج کو روشن کیا عرش و کرسی کو قدم اپنے سے دے نور و ضیا
رنگ و بو گلشن کی جنت کے بڑھائی برملا جس جگہ وہم ملائک کو نہیں ملتی ہے جا
واں کے تم مسند نشیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

ہے تمہاری پشت پر مہر نبوت کا نشاں اور تمہارا وصف ہے طٰہٰ و یٰسیں میں عیاں
معجزے جو ہیں تمہارے ان کا کب ہووے بیاں کشورِ اعجاز جو ہے اس کے تم با عز و شاں
صاحب تاج و نگیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

تم کو ختم الانبیاء حق بھی حبیب اپنا کہے اور سدا روح الامیں آوے ادب سے وحی لے
کس نبی کو یہ مدارج ہیں تمہارے سے ملے ہے نبوت کا جو اقدس بحر تم اس بحر کے
گوہرِ یکتا تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن جس میں کیا کیا کچھ عیاں ہیں صنع خالق کے جتن

باعث خلق ان کے ہو تم یا حبیب ذوالمنن اور اک مطلع پڑھوں میں یمن سے جس کے سخن

سو سعادت کے قریں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

مطلع ثانی

تم ظہور اولیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ ہمدمِ جاں آفریں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

وجہِ قرآنِ مبیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ نزہت بستانِ دیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

زینتِ خلدِ بریں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

احمدِ مختار ہو تم یا شہِ ہر دوسرا ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا

خلق میں خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکان کیا

جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

آپ کے نقش قدم سے جو مشرف ہوز میں دیکھتا ہے اس کی رفعت رات دن عرشِ بریں

راز تو خلقت کے تم کو ہی کھلے ہیں شاہِ دیں اور جو کچھ کہ ہیں اسرار رب العالمیں

سب کے تم برحق امیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

آپ کا فضل و کرم کونین میں مشہور ہے اور تمہیں ہر طور سے لطف و کرم منظور ہے

حشر میں گر چہ سزا ملنے کا بھی دستور ہے کیا ہوا لیکن دل اس امید سے مسرور ہے

تم شفیع المذنبیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

مخبر صادق ہو تم اور حضرتِ خیرالورا سرور ہر دوسرا اور شافعِ روز جزا

ہے تمہاری ذات والا منبعِ لطف و عطا کیا نظیر اک اور بھی سب کی مدد کا آسرا

یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

رکھا اپنے دل میں اے آدم کے بن کلمہ محمد کا　　اور اپنی انگلیوں اوپر بھی گِن کلمہ محمد کا
پڑھے ہیں سب پری اور دیو جن کلمہ محمد کا　　مسلماں ہے تو مت بھول ایک چِھن کلمہ محمد کا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا
میاں یہ کلمۂ طیب شفیع المذنبیں کا ہے　　خدا کے دوست برحق رحمۃ للعالمیں کا ہے
محمد مصطفیٰ یعنی کہ ختم المرسلیں کا ہے　　بھروسا آسرا، تکیہ بھی یہ دنیا و دیں کا ہے
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا
اسی کلمہ سے کھلتا ہے سدا جنت کا ہر اک در　　یہی کلمہ لکھا ہے عرش اور کرسی کے ماتھے پر
اسی کلمہ کو پڑھتے ہیں چمن میں پھول سب کھل کر　　یہ سب کلموں سے بہتر ہے یہ سب کلموں سے ہے برتر
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا
اسی کے نور سے خورشید کہلاتا ہے نورانی　　اسی کلمے کے باعث چاند کی روشن ہے پیشانی
اسی کلمے کے باعث دین و دنیا میں ثنا خوانی　　اسی کلمے کو پڑھتے ہیں ملک ارض و پون پانی
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا
اسی کلمے سے اے دل ہیں زمین و آسماں روشن　　مہ و خورشید تارے عرش و کرسی لامکاں روشن
اسی کلمے سے ہیں جنت کے باغ اور باغباں روشن　　غرض جنت تو کیا اس سے تو ہیں دونوں جہاں روشن
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

یہ وہ کلمہ ہے جس کا ہے رہا ارمان نبیوں کو　　اسی کلمے کے پڑھنے سے گئے ہیں لوگ عارف ہو
اسے حور و ملک غلماں پڑھے ہیں ہر سحر منھ دھو　　وہ بے شک جنتی ہیں ایک باری جو پڑھیں اس کو

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

اسی کلمہ کی برکت سے تو یاں بھی اب سلامت ہے　　اگر یاں سے تو جاوے گا تو پھر واں بھی سلامت ہے
پڑھے گا جو اسے اس کا دل و جاں بھی سلامت ہے　　اسی کی عاقبت بھی خیر و ایماں بھی سلامت ہے

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

چلے گا چھوڑ کر تو جس گھڑی یہ عالم فانی　　پڑے گا قبر کے جا کر اندھیرے میں ہو زندانی
نکیر و منکر آ کر جب کریں گے تجھ پہ طغیانی　　یہی کلمہ کرے گا واں تری مشکل کی آسانی

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

اسی کلمہ نے عزرائیل کی ہیبت کو ٹالا ہے　　اسی کلمہ نے تنگی کو لحد کی کھول ڈالا ہے
پڑے گا قبر کا تجھ پر میاں وہ دن جو کالا ہے　　یہی کلمہ ترا واں بھی اندھیرے کا اجالا ہے

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

صفِ محشر میں جب دہشت کا تجھ پر وار اترے گا　　یہی کلمہ ترا اس جا رفیق اور یار اترے گا
گناہوں کا ترا جتنا ہے بوجھ اور بھار اترے گا　　اسی کلمہ کی دولت سے میاں تو پار اترے گا

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

میاں جب پل صراط اوپر تو اپنا پیر ڈالے گا　　تو وہ تلوار کی ہو دھار تیرا پانو کھالے گا
لگے گا جب تو واں گرنے تو یہ کلمہ بچالے گا　　یہی بازو پکڑ لے گا یہی تجھ کو سنبھالے گا

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

سوا نیزے کے اوپر جب کہ ہوگا آفتاب آیا　　ہر اک گرمی کی تابش سے پھرے گا سخت گھبرایا
پڑے گا جب ترے تن پر بھی شعلہ اس کا گرمایا　　یہی کلمہ چھتر بن کر کرے گا تجھ پہ واں سایا

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

تلیں گے جب وہاں سب کے عمل میزاں کے پلّے پر　　جو ہلکے ہیں پڑیں گے آتشیں گرز ان کے کلّے پر

تجھے تولیں گے جس دم اس ترازو کے محلّے پر　　یہی کلمہ میاں واں بھی ترے ہووے گا پلّے پر
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

جو پورے ہیں میاں ان کی تو ہوگی گرم بازاری　　کمی ہے جنس جن کی ان کی واں ہوگی بڑی خواری
ترا پلاّ بھی جب کرنے لگا واں جا سبک ساری　　یہی کلمہ بنادے گا ترے پلّے کو واں بھاری
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

پڑے گا العطش کا شور اس میداں میں جب آ کر　　پھریں گے پانی پانی کرتے مارے پیاس کے اکثر
ترے بھی جب لگیں گے سوکھنے تالو زباں یک سر　　یہی کلمہ تجھے پانی پلادے گا میاں بھر بھر
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

یہی کلمہ تجھے دیدار حق کا بھی دکھاوے گا　　محمد کی شفاعت سے بھی تجھ کو بخشواوے گا
بہشتی کر کے حلّہ نور کا تجھ کو پنھاوے گا　　بڑی عزت بڑی حرمت سے جنت میں لے جاوے گا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

یہی کلمہ تجھے واں جام کوثر کا پلاوے گا　　یہی کلمہ تجھے گلزار جنت کے دکھاوے گا
یہی کلمہ ترا منھ چاند سا روشن بناوے گا　　یہی کلمہ ترے ہر وقت واں پر کام آوے گا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

یہی کلمہ نجات اور مغفرت کا ہے تری چارا　　اسی کلمے سے تیری روح ہوگی عرش کا تارا
اسی کلمے سے ہم تم سب گنہگاروں کا چھٹکارا　　اسی کلمے سے ہوگا دین اور دنیا میں نستارا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

میاں اب جو یہ کلمہ ہے یہ حق کی خاص رحمت ہے　　یہ صدقے سے رسول اللہ کی ہم پر عنایت ہے
اسی سے یاں نظیرؔ عزت اسی سے واں شفاعت ہے　　یہی سب مومنوں کے واسطے افضل عبادت ہے
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

حکیم مومن خاں مومنؔ

(۱۸۰۰-۱۸۵۲ء)

(کلیاتِ مومن)

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے صبح شبِ ہجر نالہائے خروس
ہے اس طرح فرح انگیز کوکوئے قمری
کہ جیسے فوج مظفر کو شور و غلغل کوس
نوائے طوطی شکّر فشاں کی لذّت سے
سماع و رقص میں اہل مذاق جوں طاؤس
غبارِ صحنِ چمن کیمیائے عیش و نشاط
بہارِ لالہ و گل سیمیائے عرض شموس
صفا سے وہ در و دیوار باغ کا عالم
کہ آشیانوں میں دشوار طائروں کو جلوس
زہے فریب صفا خاک بیز ہے گلچیں
پڑے جو وسعت گلزار میں گلوں کے عکوس
ہجوم سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی
زمیں پہ چادر مہتاب بن گئی ہے سدوس
ہوئی ہے سقفِ فلک مانع قد افرازی
وگر نہ بید کہاں اور ترقی معکوس
ہو کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگ راہ نسیم
بنا ہے شبنم گل آبگینۂ فانوس
خزانہ خاک میں ہر تنگدل ملاتا ہے
زبسکہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب منحوس
نوید مالک گلزار کو کہ زر کی جگہ
ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنج دقیانوس
یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا
مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انہیں ملبوس
چمن کی خاک سے گلگونہ اب بناتے ہیں
شگفتہ تادمِ رخصت بھی ہو عذار عروس
خمیدہ شاخ سے یوں رنگ گل چھکتا ہے
کہ جس طرح سے بھڑک اٹھے مشعل منکوس
پڑھے ہے مرغ گلستاں وہ مطلع رنگیں
کہ سن کے بس جسے رہ جائے سن ہی بلبل طوس

مطلع ثانی

زبانِ لال کہاں اور مدیح تاج خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس

ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کسے
پرستشِ گل و خورشید میں ہے گرم مجوس

شگفتہ تر ہے چمن روضہ ہائے جنت سے
ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس

خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار
عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو لہو کا بوس

ہے دشت بزم طرب کثرت نتائج سے
نہ کیوں ہو شکل حماری کو ناز شکل عروس

ہوائے سیر چمن زار کی وہ مستی ہے
کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظت ناموس

عجب نہیں ہے گل رنگ کی ہوس سے اگر
خود آ کے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس

مزاج دہر میں یہ اعتدال آیا ہے
کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس

عجب نہیں کہ بسانِ مگس عسل اگلے
گراندنوں میں کوئی مبتلائے ایلاؤس

نمو کا معجزہ صل علیٰ کہ پھر گندم
ہوائے جنبش غربال سے بنے ہے سبوس

رطوبت ایسی نظر آئی داغ لالہ میں
کہ چاک چاک حسد سے ہوا دل افیوس

قبائے گل کو گر اطلس سے دیجیے تشبیہ
سیاہ بوش جعل ہو درون ماتم سوس

قوائے نامیہ کو ناگوار ہے کتنا
کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس

ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب
کہ پشت ماہی پہ گلہائے اشرفی ہے فلوس

کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی
کہ صرف رنگر زاں ہوگئی بجائے ابوس

سرایت نم آب وضو سے دور نہیں
جو سبزہ زار بنے دیش زاہد سالوس

بعید کچھ نہیں شادابیٔ زمیں سے اگر
زیادہ تر کرے سیلانِ خوں گل شاموس

گر اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جائے
شمیم جامۂ یوسف کبھی نہ ہو محسوس

ہوا سے بسکہ گلِ شمع بھی ہے عطر آگیں
عدیلِ طبلۂ عطّار بن گئی فانوس

یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تربیتیں
کہ ہے پیاز کو لاف منافع بلبوس

ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش
لغات ورد کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس

فسو نگری دم مشاطۂ نسیم کی دیکھ
کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلف عروس

صفات آئے جو آئینۂ ہوا میں نظر
لگا خواص و عوارض کو اعتبار نفوس

صدا نکلتی ہے مل کر ہوا سے کیا ہو فرق
کہ بانگ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس

عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے
شکم میں خستہ کے نشو ونمائے اصل السوس

غریق آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دل مایوس

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی
دم مسیح کو ہے جس کی حسرتِ پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہے
جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا
تو دیتی دل کہیں یوسف کو دختر طیموس

جو شمع بزم کہوں اس کے روئے تاباں کو
کتاں وہ ماہ بنے نور شعلہ و فانوس

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا
جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس

جہاں مطاع شہنشاہ آفتاب نشاں
فلک سریر قمر طلعت و ملک ناموس

سیاہ چشموں کو مشکل نگاہِ دزدیدہ
یہ اس کے حفظ سے ہے ملک معدلت محروس

نگاہ بانی عصمت سے وہ رواج حیا
کہ چار چشم نہ ہوں نرگس وا وافیوس

سنے ہے دور عدالت میں اس کے شیر عریں
شباں کی ضربت بے جا سے نالش جاموس

کرم میں دوں اسے نیساں سے کس طرح تشبیہ
کروں میں جان کے کیونکر ترقی معکوس

کہ جس کی بخشش یک روزہ کو وفا نہ کریں
ہزار سالہ گہر ہائے قلزم و قاموس

مطلع ثالث

ترے ہی فیض سے ہر قطرہ آبیار عجوس
تری ہی نور سے ہر ذرّہ جلوہ زار شموس

ہمیشہ عفو ترا طالب گناہ گاراں
مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس

ترے حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں
ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کف افسوس

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال
سفیدۂ رخ مغفور چیں و خسروِ روس

خمیدہ کس لیے یہ آسماں بنے تھے بھلا
نہ تھا ازل سے جو مدنظر ترا پابوس

بہا میں دیتی ہے ماہی دفینہ ہائے زمیں
یہ بڑھ گئی ترے سکّہ سے قدر تا بفلوس

ہے احتساب ترا مانعِ لباس حریر
نہ پھینک دیوے کہیں چرخ اطلسِ ملبوس

ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آ کر
نہ نکلے معبد ترسا میں نالۂ ناقوس

یہ مے کو نہی جہاں سوز نے جلایا ہے
کہ مغ نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس

زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں
نہ آسماں کے واژوں رہے مدام کیوس

فریب وعدہ پہ چھوڑی بتوں نے جھوٹی قسم
سناز بس زباں سے تری وعید غموس

دم مصاف ترے دشمنوں کے لشکر میں
صدائے نوحہ وشیون ہے شور و غلغل کوس

دو نیم ہوں تری شمشیر کے تصور سے
بسانِ ساغر خورشید کاسہ ہائے روؤس

ملادے گاؤ زمیں گاؤ چرخ سے نیزہ
بٹھادے خاک پہ شیر سپہر کو دبّوس

اگر کہے مددے یا محمد ﷺ عربی
صفیر مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے
کہ تاب مہر سے جلتے رہے ہیں یاں بھی مجوس

براق اسپ ترا ابروئے فرشتہ رکاب
کہاں ہو چشم بشر ایسے پاؤں سے ممسوس

نہ جس کے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے
وہ دیکھ لے تری زین و کمان کا قربوس

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں
نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعت بسّوس

ترے خیال سے اصحاب کہف کو ہے یہ چین
وگر نہ خواب کہاں اور زمان دقیانوس

ظہور میں ہوئی تقدیم انبیا کہ نہ تھا
ترے وِسادۂ دولت پہ احتمال جلوس

شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کرے
ہزار گونہ ستم روزگارِ نامانوس

کچھ انتہا بھی کواکب کے دور بے جا کی
ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماع نحوس

جو اپنے حسرت وارمان میں بیان کروں
نہ تاب لائے دل سخت زاہد سالوس

جفا کو آئے مری دل شکستگی پر رحم
بلا کرے مرے احوال زار پر افسوس

ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرے علوم وفنون
خدا کسی کو نہ دے ایسے طالع منکوس

حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر
کرے معارضہ سر دفتر عقول و نفوس

طبیب وہ ہوں کہ ہو سوز سینۂ بلبل
نظارۂ رخِ گلفام سے مجھے محسوس

جو ہوں معالج مبطوں تو قابض ارواح
کرے دعائے رواجِ طریق جالینوس

درم ہو چارہ گر قبض تا بدست لئیم
کیا ہو میں نے جو تجویز وزن مغز فلوس

کروں جو گردش انجم کی میں رصد بندی
فدا ہو وجد میں آ کر روان بطلیموس

گواہ عصمتِ مریم ہو کثرت اولاد
عقیمہ مجھ سے سنے گر بیان شکل عروس

طلسم ماہ لکھوں گر پئے زباں بستن
بنائے مہر دہن چرخ نقطۂ جاسوس

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو
پڑھوں جو میں پئے دوری دعائے بدر بطوس

جو میری نثر کے دیکھے وہ لالی منثور
اٹھائے مسند حشمت حجاب سے کاؤس

بفرض گر کرۂ خاک کو کہوں دائر
شکستہ اسپ گلی ہووے پیش تاز فروس

فنون نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ
طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس

مرے کلام ثریّا نظام کا منکر
وہ تیرہ روز جو برجیس کو کہے منحوس

جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی
شریک درد ہوں محمود و نکتہ پرور طوس

دیئے ہیں میرے حسد نے زبس ہزاروں داغ
روا ہے باندھئے گر عندلیب کو طاؤس

قماش دیکھ کے رنگینی سخن کا مری
دبیر لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس

خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس مومنؔ
کہ منتظر ہے ازل سے اجابتِ قدوس

ہے جب تلک گل و برقسمت نہال و شجر
ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت وبوس

مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد
رہین داغ عدو کا رہے دل مایوس

(۲)

پلا ساقیا جامِ کوثر مجھے
خراب شراب ہدیٰ کر مجھے

وہ ذوق آشنا لذّت افزا شراب
کہ تسنیم ہو شرم سے جس کی آب

وہ مے جو کرے لوث عصیاں کو دور
کہے جس کو خالق شراب طہور

وہ مے جس کی حور و ملک تشنہ کام
وہ مے جو سوا احمدی کے حرام

وہ مے جس کا صہبا وخم حوض و نہر
وہ مے جو پے تشنہ کامی ہے زہر

وہ مے جس کی تیزی دم ذوالفقار
علی سر خوش نشۂ بے خمار

وہ مے مشتری جس کے ہیں سرفروش
وہ مے جس کا صدیق ساخم بدوش

وہ مے جس کا خود رفتہ پیر ہدا
صراحی و مینا کی گردن عصا

وہ مے جس کی قلقل ندائے صلوٰۃ
سجود صراحی ادائے صلوٰۃ

وہ مے جس کی موج صفا تہ نشیں
وہ مے جس کی بستی میں لغزش نہیں

وہ مے جس کا میکش نہ گمراہ ہو
وہ مے جس سے کیا کیا دل آ گاہ ہو

مجھے اس سے گر تشنہ کامی مری
مُنَشّی ہو شیریں کلامی مری

خراب شراب سخن ہو قبول
بنوں مے فروش ثنائے رسول

محمد ﷺ سزائے ستایش گری
مدیح آفریں جس کی پیغمبری

دل ساکنان سپہر بریں
سر انبیاء سید المرسلیں ﷺ

وہ امی ولے نقشبند علوم
کلام اس کے سب دل پسند علوم

یہ کیسے فنون اس کو حاصل ہوئے
کہ سارے صحف نقش باطل ہوئے

اسی بات پر حجّت اتمام ہے
کہ جو بات ہے وحی و الہام ہے

عجب بات ہے اس کی نام خدا
کہ بعضے سخن ہیں کلام خدا

کہاں ایسا علامۂ روزگار
کہ حکم کواکب ہو تقویم پار

اسی ابر کی ہیں در افشانیاں
کہ یوں آب ہو علم یونانیاں

نہیں عقل اوّل کو بھی یہ کمال
اسی کو ہے معلوم آخر کا حال

نکو خواہ ساری امم کا وہی
وسیلہ نجات و کرم کا وہی

وہ ہے ساقی کوثر و سلسبیل
وہ ہے آبرو بخش عبد جلیل

اسی کے مقلد کو جنت میں راہ
اسی کی ضراعت پہ عفو و گناہ

اسی کی اطاعت کا سارا حساب
محبّ پر عنایت عدو پر عذاب

نہ کیجیے اگر حسب شرع رسول
خدا کی بھی طاعت نہ ہوئے قبول

یہ کیا منزلت ہے زہے عز و شاں
کہ ہے خاک مال اوج ہفت آسماں

کرے یاں کی پرواز کی گر کمیں
تو اُڑ جائے دنیا سے روح الامیں

کوئی مرتبہ اس سے اعلیٰ نہ ہو
یہ رتبہ ہوا ہے کسی کا نہ ہو

ثبوت اوج یہ حق کے اظہار سے
نہیں کام چلتا کچھ انکار سے

جو کہتے ہیں فرق فلک ہے محال
یہی ہے دلیل حضیض خیال

سمجھنے کی ہے بات اے نکتہ داں
ہوا خلق جس کے لیے آسماں

ہوا خرق اس کے لئے پھر اگر
تو کیا دور ہے گفتگو مختصر

کہاں نکتہ چیں میں دم جنگ ہے
کہ یاں بحث کا دائرہ تنگ ہے

بس اے تیرہ باطن نہ انکار کر
کہ برہان ساطع ہے شق القمر

سمجھ میں جو آوے وہ اعجاز کیا
خیالات وسواس پرواز کیا

گیا ہے کدھر فلسفی کا خیال
کہ ناقص کہاں اور کہاں یہ کمال

تری عقل کیا اے ظلوم و جہول
کہ حیراں ہیں یاں سب نفوس وعقول

فلک سے نہ ہو حصر اس کی صفات
زیادہ توابت سے ہیں معجزات

صعود اس کا گو مرکز خاک ہے
یہ بدتر بلندی میں افلاک ہے

جو وہ اوج ہو جلوہ گر پھر کہاں
ستاروں کی تاب آسمانوں کی شاں

یہ تابش میں انجم کا پایا نہیں
کہ ان کے ہے ظل اس کے سایہ نہیں

کدورت کہاں جسم اطہر ہے وہ
کہ نور مجرد کا مظہر ہے وہ

نہ ہونے میں سایہ کے کیا بات ہے
یہ ادراک فخر کرامات ہے

نہیں یہ پذیرائے طبع سلیم
کہ حکمت سے خالی ہو فعلِ حکیم

تگا پوئے اندیشۂ چرخ تاز
رہے پائے بند طریق مجاز

حقیقت کھلی کچھ نہ اس بات کی
عبث میں سعی صرف اوقات کی

مگر جب خدا ہی سے کی التجا
تو ہاتف نے پیر خرد سے کہا

کہ اے نکتہ سنج سراپا شعور
نہ ہوتا تھا سایہ کا اس کے ضرور

رہے تا شریر و نکو ہم اجل
نظام جہاں میں نہ آئے خلل

اگر ذات وجہ وجوہ امم
تو سایہ سے آباد ملک عدم

کیا عقل کل نے فلک سے سوال
کہ ہے مصدر گونہ گونہ کمال

محمد کے سایہ نہیں کیا سبب
کہا اس نے مت پوچھ اس کا سبب

نہیں راز یہ قابل اظہار کے
کہ اصرار ہیں حفظ اسرار کے

ہوا جب کہ بہر ہدایت ضرور
کہ ہو جلوہ فرما زمیں پر وہ نور

یہ ہے رسم تجھ کو نہیں کیا خبر
کہ رکھ چھوڑتے ہیں زمانِ سفر

مصور سے کھنچوا کے تصویر یار
برائے سکون دل بے قرار

مزے دل کی پوچھو تو ہے بات اور
یہ فکر اور سب کے خیالات اور

غلط یہ کہاں ذہن کا کام ہے
خود انصاف کیجیے تو الہام ہے

زبس سایہ تھا ہم شمار گناہ
نہ حاصل ہوا قرب عصمت پناہ

عجب تشنہ کاموں کو طاری ہوا
انامل سے جب چشمہ جاری ہوا

نہ سمجھے یہ مضمون جوش ہمم
کہ بحر کرم ہے وہ دست کرم

کہوں کس طرح اس کو یوسف جمال
کہاں ماہ کنعاں میں ایسا کمال

کہاں اس کے عشاق صاحب مذاق
کہاں شورش لذت اشتیاق

نمک ذوق بخش جراحت کہاں
صباحت کہاں اور ملاحت کہاں

بہت فرق ہے بلکہ بالکل جدا
حبیب زلیخا، حبیب خدا

حضور اس کی طلعت کے بے آب وتاب
چراغ سحر سے کہیں آفتاب

یہ ایما ہے اعجاز شق القمر
کہ کٹتے ہیں مہرو اسے دیکھ کر
یہاں تک تو حسن اس کا مشہور ہے
ہوس میں ملاقات کی حور ہے
وہ مستاصل بیخ کفر و عناد
کہ جس کی چھڑی تیغ وقت جہاد
دم قتل کفار قہر خدا
ستم گار خونخوار بہر خدا
زمان کشش سخت چالاک و چست
شکست بتاں میں تگاپو درست
قضا کی نظر سوئے ایما رہے
اجل پر غضب کار فرما رہے
نگہبان صد گونہ اسرار دل
گہے خواب جوں بخت بیدار دل
مثبت فقط قول جن و بشر
گواہ نبوت شجر تا حجر
مطاع جہاں و مطیع الٰہ
سرافراز عبد جہاں بادشاہ
بہار ازل خاتم المرسلیں
گل اوّلیں و برِ آخریں
کروں کس طرح میں شمار صفات
کہ ممکن نہیں انحصار صفات
یہ مشکل گرہ کھولے بیدست کیا
میں کیا اور مری فطرت پست کیا
کہاں میں کہاں مدحِ خیرالانام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
درودِ خدا وقف اصحاب و آل
ہوئے ختم جن پر جہاں کے کمال

تخمیس بر غزل قدسی در نعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی
میں غلام اور وہ صاحب ہے، میں امت وہ نبی
یا نبی یک نگہ لطف بہ امی و ابی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مظہر نور خدا شکل ہے محسود صنم
محو تیرے ملک و حور پری و آدم
کیا ہی عالم ہے کہ تصویر ہی کا سا عالم
من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی

دشت عالم میں سراسیمہ گذاری اوقات آج تک منزل مقصود نہ پائی ہیہات
مددائے خضر کرامت کہ نہیں پائے ثبات ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لطف فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی

خود کہا ابن ذبیحین تو ظاہر میں کہا جوہر پاک کی خوبی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے لے پانوں تلک نور خدا نام خدا نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

صاحب خانہ سے ہوتا ہے مکاں کا اکرام وہی جنت ہے جہاں میں ہو جہاں تیرا مقام
آب ہر چشمہ کرے کوثر و تسنیم کا کام نخل بستانِ مدینہ زتو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

ہوئی انجیل کہاں ناسخ توریت و زبور تیری خاطر سے خدا نے یہ نکالا دستور
ہے رعایت تری ہر بات کی کتنی منظور ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زیں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

کرسکے پایۂ عالی کو ترے کون ادراک تیرے درجے کو نہ عیوق ہی پہنچے نہ سہاک
گرچہ کافی تھی فضیلت کو حدیث لولاک شب معراج عروج تو گذشت از افلاک
بہ مقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

جوش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہیں ہم
خود ستائی ہے زبس رسم فصیحانِ عجم نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

مومن زار کی صحت کا نہ تھا کچھ اسلوب نہ دوا اور نہ پرہیز مرض حرص ذنوب
یہ ترا لطف ہے اعجاز مسیحا سے بھی خوب یا طبیب الفقرا انت شفاء لقلوب
زاں سبب آمدہ قدسی پئے درماں طلبی

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ دہلوی

(۱۷۸۹-۱۸۵۴ء)

رہے نام محمد ﷺ لب پہ یا رب اوّل و آخر
الٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں دم میرا
محبت اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کی نور برحق ہے
کہ روشن ہوگیا دل مثل قندیل حرم میرا
دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبر نے
چراغِ راہ ہے اِکرامِ اصحاب کرم میرا
کہیں شاہِ نجف کے عشق میں، دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے، دُرّ نجف ہوکر چمکتا، دُریم میرا
رہے گا دانہ افشاں، مزرعِ اُمید بخشش میں
غم آلِ نبی سے، دانۂ ہر اشکِ نم میرا
شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوقؔ رکھتا ہوں
نہ کیوں، دل اس خطِ بغداد سے، ہو جامِ جم میرا

خواجہ اسد علی خاں بہادر قلق

(۱۸۰۶-۱۸۷۹ء)

(مثنوی طلسم الفت)

نعت سرور کائنات سید المرسلین خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ساقیا دے وہ بادۂ پرنور
جو کہ ہو غیرت شراب طہور

کیف صہبائے نعت ہے مقصود
اپنے ساقی پہ بھیجتا ہے درود

فخر ارض و سما محمد ﷺ ہے
خاتم انبیاء محمد ﷺ ہے

لائق منصب نبوت ہے
ختم اسی ذات پر رسالت ہے

بحر قدرت کا ہے وہ دُرِّ یتیم
ناسخِ ملتِ جدید و قدیم

باعثِ آفرینشِ عالم
نور تابندۂ رخِ آدم

رونق افزائے خاندان قریش
شمع افروز دودمانِ قریش

گوہرِ دُرج قدرت باری
اختر برج قدرت باری

آمرِ امر خالقِ سبحان
جان جسم جہان و جوہر جان

خسروِ کاخ شوکت و اجلال
ابر احسان و بدر اوجِ کمال

شرفِ انس و جان و حور و ملک
رونق بحر و بر و ارض و فلک

مشعل محفلِ حیا و سخا
شمع فانوس بزم صدق و صفا

وارث بے کساں غریب نواز
آب و رنگِ حدیقۂ اعجاز

روشنی بخش دیدۂ حق بیں
رہنما و چراغ راہ یقیں

قاضیِ شرع مفتیِ اسلام
صاحبِ جود و بخشش و اکرام

ابر رحمت غبار کوچۂ پاک
خاک در غازۂ رخ افلاک

صاحبِ خلق و حامیِ امت
شافعِ حشر و آیۂ رحمت

راز دارِ خدائے لم یزلی
محرم و واقف خفی و جلی

عرش اعظم ہی بارگاہِ جلیل
حاجبِ آستانۂ جبریل

ہے وہ ذی رتبہ آستانۂ پاک
کہ زمیں بوس ہیں جہاں افلاک

گو ہوا بعد ابوالبشر کے ظہور
خلق پہلے مگر ہوا تھا یہ نور

دیکھتے گر جمال پاک اس کا
غش دوبارہ کلیم کو آتا

برق عدل اس کی ہو جو جلوہ فگن
نہ چھوئے مور دانۂ خرمن

گر پڑے اس کے حلم کا لنگر
دم میں گاوِ زمیں کی خم ہو کمر

دیکھ لیں اس کے عدل کا گر ڈھنگ
ہوں بہم شہد و موم شیشہ و سنگ

امن اس کا جو بھیجے پروانہ
شمع پروانے پر ہو پروانہ

ہو جو اوج فروغ حفظ و امان
ماہ پہنے قبائے تنگ کتان

مرقدِ پاک جس جگہ پر ہے
وہ زمیں آسماں سے بہتر ہے

لطف اس کا اگر کرے ارشاد
ہوں موافق بہم تمام اضداد

قہر اگر آئے لطف پر دمِ جنگ
زخم دشمن کو ہو فتیلہ خدنگ

عہد میں اس کے ہے یہ نالۂ عار
گل سے بلبل کرے نہ عشق اظہار

ایک اعجاز ہے یہ ادنیٰ تر
کردیا ایک دم میں شقِ قمر

شبِ معراج خود خدا نے کہا
قاب قوسین بلکہ او ادنیٰ

ذرے ذرے سے آفتاب سما
صورتِ مہ ہے صرف کسبِ ضیاء

انبیا تجھ پہ لائے جب ایمان
تب نبوت کے سب ہوئے شایان

انبیاء کو بہ دل یہ تھا منظور
امتِ احمدی میں ہوں مشہور
سایہ اس ظلِّ حق کا کیا ہوتا
کہیں سایے کا ہوتا ہے سایا
اے طبیبِ ملالِ مہجوراں
اے تسلیِ خاطرِ دوراں
اے کلیدِ خزائن رحمت
اے چراغِ محافل رافت
شعلہ خیز اب ہے آتشِ فرقت
موج زن دل میں ہے یم الفت
دلِ مضطر ہے اب بہت مشتاق
روضۂ پاک کا فراق ہے شاق
یاد فرماؤ اب قرار نہیں
دل ہے مضطر پر اختیار نہیں
اب نہیں اور آرزوے نحیف
دیکھ لوں اک نظر مزار شریف
مثل کعبہ کروں طوافِ مزار
نقد جاں قبر پاک پر ہو نثار
جب نظر ائے گا وہ قبلۂ پاک
کس قدر شاد ہوگا یہ غمناک
قفسِ تن میں مرغِ دل ہے حزیں
کسی صورت نہیں اسے تسکین
تیری امت میں اے شہ ابرار
مجھ سے بڑھ کر نہیں کوئی بدکار
مجھ سیہ کار نے کیے وہ کام
نام اس امت کا بھی کیا بدنام
تجھ سا شہہ اے امتِ عاصی
ہم کو اللہ نے دیا ہے نبی
کیا ہم اس منھ پہ اے حبیب ﷺ خدا
آپ کے عشق کا کریں دعوا
کہ کجا مور اور کجا جمشید
ایک ذرہ کہاں، کہاں خورشید
آپ کو ہم سے عشق ہے شاہا
ہم کریں گے محبت آپ سے کیا
مگر اے شہر یار کشورِ دیں
چین دل کو کسی طرح سے نہیں
گو اس امید پر قوی دل ہے
اور عقیدہ بھی میرا کامل ہے
تو شفیع اور وہ غفور و رحیم
کیا جلائے گی مجھ کو نار جہیم
پر وہ جبار بھی ہے اور قہار
اس سے جی چھوٹ جاتا ہے ہر بار
رو بکاری کو جب سر محشر
یاد فرمائے گا مرا داور

بے ترے اے حمایتی میرے — جاؤں گا سامنے میں کس منھ سے
وقت وہ ہے مری حمایت کا — وہ ہی ہنگام ہے شفاعت کا
تیری امت میں جو کہ ہیں ابرار — ان کے صدقے میں اے رسولِ کبار
میری تقصیر بخشوا لینا — اپنے دامن تلے چھپا لینا
پاس میرے دمِ حساب و کتاب — بجز اقرار کچھ نہیں ہے جواب
جتنے گزرے ہیں انبیاء اگلے — پا کے ایذا ہر اک نے امت سے
واسطے ان کے بددعا کی ہے — حق نے بھی ساتھ ہی سزا دی ہے
تجھ کو امت نے وہ دیے ہیں ملال — بچے تک بے خطا کیے ہیں حلال
پر بجز فکر بخشش امت — کچھ نہ تھا دھیان تا دمِ رحلت

بس اب اے خامۂ سراپا شوق
گو کہ ہے وصفِ مصطفیٰ کا شوق

عبدالغفور نساخ

(۱۸۳۴-۱۸۸۹ء)

(چشمۂ فیض)

نعت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اب رقم کرتا ہوں نعت مصطفیٰ ﷺ
جس سے عالم کو ہوئی حاصل صفا
سید کونین ختم المرسلیں ﷺ
دور آخر ہے فخر الاوّلیں
کی ہے طے معراج میں راہ سما
کیوں نہ ہوں محتاج اس کے انبیاء
ہے وہ بیشک رحمۃ للعالمیں ﷺ
اس کی مسجد ہے یہ سب روے زمیں
رحمت خلاق خورشید و قمر
ہووے نازل اس کی آل پاک پر
جس کی انگلی سے ہوا شق القمر
یار تھے اس کے ابوبکر و عمر
ایک تو اس کا رفیقِ غار تھا
دوسرا لشکر کش ابرار تھا
تھے مصاحب اس کے عثمان و علی
جو کہ ہیں مشہور عالم میں ولی
ایک جو کانِ حیا و حلم تھا
دوسرا تو باب شہر علم تھا
وہ رسولِ حق کہ خیرالناس تھا
حمزہ و عباس تھے اس کے چچا

بھیجتا ہوں سو درود اور سو سلام
آل و اصحابِ نبی پر صبح و شام

میر محمد اسمٰعیل حسین منیرؔ شکوہ آبادی

(۱۸۱۴-۱۸۸۸ء)

(کلیات منیر شکوہ آبادی)

رخ احباب سے ظاہر ہوا ہے بغض پنہانی
صفائی کی گواہوں میں ہے کاذب صبح پیشانی

شکایت بخت کج کی لکھنے پر آئیں جو زندانی
الف آزادوں کے ماتھے سے مانگی خط پیشانی

ابھی بننا ہے تجھ کو نرگس گلزار حیرانی
نگاہ آخری سے ہو وداع اے چشم قربانی

بہت سی فکر کی لیکن سبک باری نہیں ممکن
مرے زانوں کی چھاتی کا ہے پتھر خشت پیشانی

جو ہیں آتش مزاج ان کو نہیں برداشت پردے کی
کسی خلعت سے چھپ سکتی نہیں شعلہ کی عریانی

بگڑنا بھی ہے بننا بھی ہے ہردم اپنی قسمت میں
مگر یہ تختہ مشق طفل مکتب لوح پیشانی

مضرت تشنہ کا مان شہادت کو نہ پہنچائے
بجھاتے ہیں اسی سے لوہے میں تلوار کا پانی

ہوئے ہیں کفر واسلام اس قدر آپس میں ہم صحبت
گلے ملتے ہیں ہر زاہد کے زنار سلیمانی

تکلف خوش لباسی کا رہا ہے بدمزاجی پر
ہزاروں چولیوں میں صرف ہوگی چین پیشانی

ہوا بازار خود بینی میں آئینہ کو بھی نقصان
نہ کھول اے چشم قربانی یہاں دکّان حیرانی

حصیر خاک پر نقش قدم کی طرح تکیہ کر
سمجھ پا در ہوا افسانۂ تخت سلیمانی

گل داغ جگر پائے شگفتہ طبع دنیا میں
بجز زخم جبیں کوئی نہیں ہے خندہ پیشانی

ملوث ہو چلے اہل صفا بھی صحبت بد میں
نہیں رہنے کی آب صبح دم میں پاک دامانی

سوائے استخواں زانوئے فکرت میں نہیں باقی
بھلا کس تکیہ پر سر رکھ کے سوئے بخت پیشانی

سیہ کاروں کے سر پر افسر عزت نظر آئے
بنے ہیں مرغ عیسیٰ ان دنوں مرغ سلیمانی

پھنسا ہے موذیوں کے قبضے میں حسن جہاں آرا
قمر در عقرب ان روزوں بنا ہے ماہِ کنعانی

غنی ہیں اژدہا و سیل و چغد و بوم ان روزوں
کسے دیں گے سلاطین جہاں جاگیر ویرانی

چنے کھانے کو ترسیں صاحبانِ گوہر عالی
صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابر نیسانی

پھنسے ہیں ایک جا ادنیٰ و اعلیٰ واہ ری قسمت
برابر خانۂ زنجیر میں ہے سب کی مہمانی

بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزوں
کوئی اوڑھے بچھائے لے کے ایسا رحم سلطانی

امیروں سے بلائے عذر پہنچی ان غریبوں تک
کہ بے قدری و ضعف حال میں جن کا نہیں ثانی

ہوئے فرماں روا خود مدعی ماخوذ فرماں بر
تامّل کی نظر سے اس کو دیکھیں انسی و جانی

کہ جو ہو مدعی قاضی، وہی مفتی وہی شاہد
اگر ہو غیر ثالث تو عدالت کو ہو آسانی

کرے جو استغاثہ خدمتِ حکّام اعلیٰ میں
بحالی حکم اوّل کی سنائیں قاضی دوانی

مثال اس کی یہ ہے جیسے بہت بیمار ہو کوئی
گھٹے طاقت مدام اس کی بڑھیں امراض جسمانی

نہایت منّت وزاری کرے حاذق طبیبوں کی
نہ سنتے ہوں وہ اس کا شکوۂ آلام روحانی

سنیں بھی تو کہیں بے فائدہ کیوں غل مچاتا ہے
وہی کافی ہے پہلا نسخہ اے بیمار نادانی

سزا جو ظالموں کو دی وہ حق تھی چشم ما روشن
مگر ہم سے غریبوں کی عبث کی خانہ ویرانی

سوائے نیش زن زنداں میں مل سکتا نہیں کوئی
ہوئی ہے خانہ زنبور میں دنیا کی مہمانی

ہوا ہے مشتری محبوس گویا برج عقرب میں
نظر آتے ہیں اہل علم و فضل اس سال زندانی

مٹا ہے نام شاہی ہند سے اس درجہ ان روزوں
نہیں ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی

جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک
جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی

عدالت ان دنوں ایسی بڑھائی ہے زمانے نے
کہ شمشیر و گلو پیتے ہیں اک ہی گھاٹ پر پانی

زمانے کا پتہ ملتا نہیں معدوم ہونے سے
مسافر ڈھونڈتے ہیں اب سرائے عالم فانی

ہوا ہتھیار چھن جانے کے عالم میں چلی جب سے
چلیں گے چھوڑ کر جنگل کو گجراتی و ایمانی

بنائیں بیڑیاں تلواروں کو تڑوا کے گردوں نے
کیا ارباب جوہر کو ہر اک حیلے سے زندانی

بہادر نوحہ گر ہیں ماتم مرگ شجاعت میں ‏ ‏ بجائے نعرۂ شیرانہ سیکھی مرثیہ خوانی
ہوئے ہیں بے کفن مدفون مثل میّت مفلس ‏ ‏ سنان گیو، گرز رستمی، گرز نریمانی
ہوا چتر ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزوں ‏ ‏ پڑے ہیں دھوپ میں محتاجِ سایہ، ظل سبحانی
پڑے ہیں ٹھوکروں میں کاسۂ سر بادشاہوں کے ‏ ‏ الٰہی روئے کس کا سر پکڑ کر تاج سلطانی
کسی نے کوڑیوں کے مول بھی پوچھا نہ ان روزوں ‏ ‏ چڑھی نیلام پر سلطانی و نوابی و خانی
کیا زاغ و زغن نے آشیانہ چتر منزل پر ‏ ‏ سر تخت ہما ہیں بوم صرف بال افشانی
پڑے ہیں خاک پر شاہان عالم واہ ری قسمت ‏ ‏ کمینے ٹھوکروں سے توڑتے ہیں تخت سلطانی
محل سونے کے ٹوٹے خود گئے ایوانِ مینائی ‏ ‏ بنا ہے کہنہ گورستاں کی صورت قصر سلطانی
محل و باغ کا بئس البدل وحشت فزا سڑکیں ‏ ‏ کہ جن کے عرض سے نادم ہو طول عمر شیطانی
جہاں دیکھو سڑک پر مجمع وحشت کی کثرت ہے ‏ ‏ نظر آتا ہے ہر میلے میں انبوہِ پریشانی
عدالت سے ملی ہے چغد بوم و زاغ کو ڈگری ‏ ‏ ہوئی ہے ضبط ملک بلبل و طاؤسِ بستانی
گلستان ارم میں دھوم ہے مرگھٹ کی دعوت کی ‏ ‏ تکلف سے ہے قیصر باغ میں گھورے کی مہمانی
ہوئے فاقہ کشوں کے پیٹ نعمت خانۂ شاہی ‏ ‏ بنی ہے کیسۂ مفلس در دولت کی دربانی
پریشانی کے ٹھیکے میں ہر اک دربار و مجمع ہے ‏ ‏ اجارہ بستیوں کا لے کے خوش پھرتی ہے ویرانی
اگر اس وقت میں ہوتے تو ڈر سے پھینکتے پھرتے ‏ ‏ جناب میرزا خانی متاع خانخانانی
کہانی رخت آہن گر کی صورت داغ حسرت ہیں ‏ ‏ ستم سے سانس لے سکتا نہیں کوئی بھی سامانی
کوئی دریا میں ہی گریاں کوئی خشکی میں بے ساماں ‏ ‏ اب اس میں نوحِ طوفانی ہو یا ہو نوحِ سامانی
خوشی کے دن بھی عریاں تھے امیران فلک رفعت ‏ ‏ ہلال عید کرتا کس کے جامے کی گریبانی
بہار آئی بھی دنیا میں تو دیوانے کہاں ہوں گے ‏ ‏ کرے گی بوئے گل کس کے دماغ جاں کی مہمانی
اولی الابصار کو تقدیر نے بالکل مٹا ڈالا ‏ ‏ کرے گی سوزن تقدیر کن آنکھوں کی مژگانی
ملا ہے عہدۂ خورشید شاید سعد ذابح کو ‏ ‏ کہ لاکھوں ہر سحر تلوار سے ہوتے ہیں قربانی
قضا جتنی معلق تھی وہ مبرم ہوگئی اب کی ‏ ‏ لٹک کر پھانسی میں جاتی رہی بنیاد انسانی

جو دیکھے ناوک بیداد حسرت صید زخمی کی
لب سونار دانتوں میں دبائے لعل پیکانی

کٹی سرخی سڑک پر جانتے ہیں دیکھنے والے
ہوا ہے خون ناحق سے یہ فرش خاک افشانی

کہاں کی دایہ آغوش لحد میں اب وہ سوتے ہیں
ملک کرتے تھے جن اطفال کی گہوارہ جنبانی

لگا دی ہے جھڑی بھی تیر باران حوادث کی
فلک نے تیرہ بختی کی اگر بخشی ہے بارانی

کہاں کا دانۂ گندم نہ پائی جو کی بھوسی تک
خواتین عظیمہ نے اگرچہ خاک بھی چھانی

پڑے ہیں گورے کالے ہند میں باہم غضب آیا
غراب البین کے سایہ سے پہلے ہے یہ ویرانی

جہاں دیکھو سپاہی مست ہیں، حکّام مجنوں ہیں
اب اس کو فوجداری کوئی سمجھے خواہ دیوانی

فقیری رنگ کے پردے میں پنہاں اہل ہمت ہیں
جہاں کی خاک دیکھو ان دنوں مٹی ہے ملتانی

وہی پہنچائے ایذائیں سہارا ڈھونڈ ھیے جس کا
عصائے پیر سے مطلب نہ نکلے غیر ثعبانی

رسائی مہر کی مشکل ہے اب ذرّہ کی خدمت میں
فلک پر جائے ظلمانی ہے زیرِ خاکِ نورانی

ترقی کو تنزل ہے تنزل کو ترقی ہے
فلک پیش زمیں حاضر ہے بہر تہنیت خوانی

نکل کر ہند سے آنا ہوا جب اس جزیرے میں
اسیروں کی سیہ بختی سے کالا ہو گیا پانی

نکلوا کر وطن سے بھر دیا لاکھو کو جنگل میں
جگہ رہنے کی اب پاتے نہیں غول بیابانی

نظر آئے ہزاروں دیو جن جس دن سے گھر چھوٹا
سوادِ شام غربت تھا مگر کحل سلیمانی

پھنسا ہے اس طرح مجھ سا مفیدِ خلق مجلس میں
کہ علم کیمیا جیسے دلِ قاروں میں زندانی

پھنسا دیں شاہدانِ زور لاکھ آفت میں اس کو بھی
برأت گرگ یوسف کی جو چاہے پیر کنعانی

سلاطین قدیمہ کی وفائیں ہاتھ آئی ہیں
بھری ہیں کوٹھیوں مین جنس فرعونی و ہامانی

ہوئے ہیں جمع تحت و فوق دنیا اس جزیرے میں
بلندی اور پستی کی یہاں دیکھی فراوانی

بلندی پر چڑھے تو دار پر گویا چڑھے ناحق
جو اترے تو کنویں میں لے گرے گویا گرانجانی

سیاہی جنگلیوں کی ہے سفیدی گورے رنگوں کی
دو رنگی میں پھنسے روز و شب اس ٹاپو کے زندانی

اگر اشیا میسر ہیں تو خود مختار ہیں قیدی
بڑی قسمت جو روٹی دال مل جائے بآسانی

ابالی دال کو کتّے کی قے فاقہ سمجھتا ہے
نکمّے چاولوں کو جانتا ہے بھینس کی سانی

میسر لحم مرغ دل ہے لیکن گوشت عنقا ہے
چبائیں کیوں نہ پشت دست اس ٹاپو کی زندانی

سوائے لخت دل ممکن نہیں ہے عید اضحیٰ کو
اگر گاؤ زمیں ثور فلک کی بھی ہو قربانی

اگرچہ گندمی رنگوں کو پیسا اس جزیرے نے
نہ پائی ایک دن میں آرد گندم کی ارزانی

کرو ارّہ کشی یا مٹی کھودو چکیاں پیسو
اگر ہو جاں بلب منہ میں نہ ٹپکائے کوئی پانی

سوا خارش کے دانوں سے لب دال کی کثرت
زیادہ استخواں ریزوں سے چاول کی فراوانی

لب شیریں کے بوسوں سے بھی بڑھ کر گڑ کی وقعت ہے
نہ پائیں صورت فرہاد اگر سر پھوڑیں زندانی

شکر کے بدلے ریگ ساحل دریا ہزاروں من
کرے کیا خاک کوئی دعوت مور سلیمانی

سمجھ کر شورِ محشر اس کو مردے چونک پڑتے ہیں
یہ دریا شور کرتا ہے کہ ہوتا ہے جگر پانی

شب و روز اپنی قسمت پھوڑتا ہے سنگ ساحل سے
مفید قید یاں ہو خاک پتھر اس کی طغیانی

ثقالت آب دریا میں ہے، نرمی سنگ ساحل میں
کلیجا پانی کا پتھر ہے، پتھر کا جگر پانی

برستا ہے برابر دریا بار روز و شب
پھرا جاتا ہے سب کے مزرعِ امید پر پانی

ملائک قیدیوں کے حال پر شاید کہ روتے ہیں
کہ ایک اک قطرۂ باراں میں ہے دریا کی طغیانی

شب تاریک بیم موج گردابے چنیں حائل
ہجوم کرب جسمانی وفور رنج روحانی

کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا
کہ کس بحر بلا میں کشتیِ ہستی ہے طغیانی

ہوائے تند سے نخل فلک فرسا اکھڑتے ہیں
بہی جاتی ہے بارش کے سبب بنیاد انسانی

عذاب قوم نوح و قوم ہود آپس میں توام ہیں
نئی آب و ہوا ہے دعوتِ اصحابِ زندانی

وطن بسکھپروں کا جاگیر ہے یہ مارو کثروم کی
کھلا ناز ہر قاتل ہے یہاں کی عین مہمانی

جہاں دیکھو ہے اکل میّت و خنزیر کی کثرت
حریص اس کے ہیں از بس چینی و برہما و نصرانی

فغان خوک مخنوق و نعیق زاغ سنتے ہیں
یہی ہے راگ صبح و شام ٹوڑی ہے نہ ملتانی

سحر تک شام سے غوغا ہے خرچنگ و ضفادع کا
محال ممتنع ہے دیدہ مردم میں نیند آنی

وہ گرمی ہے یہاں جو ہند میں موسم ہے سردی کا
حرارت دھوپ کی ہے دوزخ اجسامِ انسانی

گئی گرمی تو پھر برسات ٹھہری نو مہینے تک
اسی برسات سے ہم ہیں بغل فصل زمستانی

یہاں ارباب لندن کی بھی رنگت تیرہ ہوتی ہے
بنے مشکی اگر نقرہ دکھائے اپنی جولانی

سحر کی بھیرویں کو شیام کلیان اس جگہ سمجھو
کدارا چاندنی میں ہے اندھیری رات کا پانی

بیاض تخم مرجاں ہے مداد مجرہ گویا
بنے خبث الحدید آئے جو مروارید رُمانی

یہاں بیماریاں دیکھیں زیادہ ساری دنیا سے
بنا ہے کیسۂ امراض گویا جسم انسانی

تمامی عمر کا سرمایۂ طاقت لٹاتا ہے
جو بھولے سے کوئی کر بیٹھتا ہے تپ کی مہمانی

دوا کا قحط ہے امراض بے مانگے میسر ہیں
گرانی ہوشیاری کی ہے بے ہوشی کی ارزانی

خبر بھی آ نہیں سکتی شفا کی اس جزیرے میں
کیا ہے امتِ عیسیٰ نے کیا اس کو بھی زندانی

اجل جس دن سے غوطے کھا کے پہنچی اس جزیرے میں
نکلتی ہی نہیں ایسی ڈری ہے دیکھ کر پانی

کریں کیا مردوں کی خدمت کہ ہیں بے دست و پا زندے
بتاؤ ہاتھ کس سے مانگیں بحر فاتحہ خوانی

مناجات و دعا و استغاثہ پڑھتے جاتے ہیں
نہیں جاتی نہیں جاتی نہیں جاتی پریشانی

پر روح الامیں دے طائر فریاد کو یارب
کہ اڑ کر صاف جا پہنچے مدینے میں بآسانی

خزاعہ کی صدا کعبے میں سن لی جس نے یثرب سے
نہ سننے میں ہماری آہ کے کیا مصلحت جانی

نہیں آتا جو رحم اس رحمۃ للعالمیں کو اب
ہماری آہ ہے کیا نالۂ ناقوسِ رہبانی

نہیں سنتا جواب فریاد اپنے کلمہ گویوں کی
مگر مصروفِ خوب عیش ہے وہ نورِ یزدانی

ملائک پاسبانوں میں ہیں حفظِ حق ہے پہرے پر
بمشکل خازنِ جنت نے پایا کارِ دربانی

گذر ممکن نہیں ہے اس جگہ پیکِ تصور کا
یہاں تاخیر میں ہے کشتیٔ امید طوفانی

سفارش چاہتا ہوں راکب دوش پیمبر سے
جناب خامسِ آل عبا محبوب ربّانی

لپٹ کر اپنے نانا کے گلے سے جلد چونکا دیں
سفارش میری فرمائیں کہ ہو مشکل کی آسانی

کسی سے یہ قصیدہ محفل اقدس میں پڑھوائیں
کہ جس کے مطلعِ نو میں ہے سورج کی درخشانی

مطلع

جو اس کے نقش پا پر سر جھکائے بندۂ جانی
پرستش گاہ ہر سجدے کی ٹھہرے اس کی پیشانی

نہیں ممکن کرے کوئی گمان بطن نورانی
عبث باندھے ہے پتھر پیٹ پر مہر سلیمانی
بڑھے گی اس قدر حیرت جو صبر پاک دیکھے گا
بنے گا سورہ صاد اک نظر میں چشم قربانی
علاقہ کفر سے رکھے جو اس کے عہد میں شیطاں
گلوئے دیو کی پھانسی ہو زنار سلیمانی
مگر فرشِ زمیں پر روضۂ اقدس بناتا ہے
سروں پر ڈھوتے حور و ملائک خشت پیشانی
غلام اس کے اگر جویندۂ اخبار غیبی ہوں
خبر تار نفس کی ڈاک پر بھجوائے روحانی
سوا پایا مزا اصلی وطن سے آپ کے دل میں
اتر کر لامکاں سے آئیں جب آیات قرآنی
پڑھوں میں ایک مطلع اور دربار معلیٰ میں
اٹھائیں آج روحانی بھی لطفِ فکر انسانی

مطلع

پسند آئے جو اس کو اہل عصیاں کی پشیمانی
حضور اشکِ حسرت چشمۂ کوثر بھرے پانی
تجلی پر اگر آ جائے اس کا روئے نورانی
تو دیکھے کورِ مادر زاد بھی اسرار ربّانی
دکھادے طفل طبعی سلطنت کے فقرا گر اس کا
چلے انگلی پکڑ کر خاتم دستِ سلیمانی
اگر سہواً بھی تسبیح درود پاک کو چھوڑیں
کواکب بھول جائیں اپنی اپنی سبحہ گردانی
کف پائے منور کی تجلی سے ہے غش آیا
دہانِ مہر میں شبنم چوانے جاتی ہے پانی
ہوئے ہیں گوسفند و گرگ اس کے عدل سے باہم
شبانِ وادیٔ ایمن کرے کس کی نگہبانی
کہوں کیا سایۂ پرنور کے معدوم ہونے میں
سبھوں کے توسنِ فکرت نے کی ہے اس میں جولانی
نہ ہوتا جمع یہ سایہ اگر قد امانت میں
نہ ہوتی خوش سواد اس مرتبہ اقلیم روحانی
سیاہی چشم و زلفِ حور کی اس کی بدولت ہے
قلم نے لوح پر لکھے اسی سے حکم ربّانی
کلام پاک میں واللیل اسی کو حق نے فرمایا
امانت ہے قسم کے واسطے یہ ظل نورانی
یہی تو پردہ دارِ عاشق و معشوق ٹھہرا تھا
شبِ معراج بن کر کی اسی نے نور افشانی
اسی سایہ نے شاید لے لیا ظلِّ حمایت میں
کہ طوبیٰ کی ملائک کرتے ہیں اتنی نگہبانی
بنی شام جوانی بھی اسی سایہ کے صدقے میں
لباسِ کعبہ نے پائی اسی سے مشک افشانی

کمالِ فقر حضرت کی اگر سن پائیں گے لذّت
لب نان جویں کے بوسوں کو ترسیں گے روحانی

جو زر بخشی کی خاطر نام لکھے وہ فقیروں کا
نوالہ کھائے سونے کا دہانِ میم مہمانی

جو اس کے گیسوئے پر نور حکم عام فرمائیں
کسی گھر میں نہ کرنے پائے جمعیت پریشانی

جلا سکتے نہیں عیسیٰ بھی پیش مصحف اکبر
برنگِ مردہ تابوتِ سکینہ میں ہے عبرانی

مُوَحِّد امّہات پاک و آبائے مقدس میں
سوا ہے قدسیوں کے پر سے جن کی پاک دامانی

نکالا سایۂ گیسوئے اقدس نے زمانے سے
دھویں کے بھیس میں چھپنے لگی زلفِ پریشانی

جمے تخم عذاب ایزدی اس آبیاری سے
کلیجہ اس کے اعدا کا جو غم سے ہو گیا پانی

جو برگ خشک پائے راہ یثرب سے کوئی دہقاں
سکھاوے خازن جنت کو برسوں کار رضوانی

جہاں ہے پنجۂ دست خدا شانہ کشِ گیسو
وہاں سے خاک اڑاتی پھرتی ہے کوسوں پریشانی

سیاست ہو اگر منظور ارباب ضلالت کی
شکنجے میں فلک کھینچے کتاب مکر شیطانی

چھڑایا یاس سے پلّہ جو اس نے اہل عصیاں کا
ہوئی ہے توبہ دلاّلہ میانِ عفت و زانی

علاقہ کفر سے چھپ کر جو رکھے عہد اقدس میں
جنیو کا لگائے ہاتھ زنّارِ سلیمانی

یہ اس کے عہد میں امن و اماں حاصل ہے دنیا کو
کہ آتی ہے نظر جمعیت دل کی فراوانی

حواس شخص دیوانہ بھی سونگھے سے فراہم ہوں
جو کھینچو سنبل آشفتہ سے عطر پریشانی

چراغاں کوچۂ شق القمر میں رات نے دیکھا
فروغِ ناخن انور نے جب کی نور افشانی

لہو میں تر دہان پاک تھا پتھر کے صدمے سے
ہلال لب نے کی عین شفق میں نور افشانی

نہیں نکلے لہو کے قطرے دندانِ منوّر سے
خدا نے موتیوں میں تولے ہیں یاقوتِ رمّانی

شفاعت امت عاصی کی جب فرمائیں گے حضرت
کرے گا سایہ ہم سب پر ہمائے فضل ربانی

بڑھے گی قدر و عزت اس قدر اجناس عصیاں کی
یہاں تک رحمت اللہ کی ہوگی فراوانی

فرشتے آرزو دل میں کریں گے ترکِ عصمت کی
کہیں گے کاش ملتا دو گھڑی کو جسمِ انسانی

حسین ابن علی کی تشنہ کامی پر جو روتے ہیں
انہیں کے واسطے ہیں کوثر و تسنیم ارزانی

نہیں اس آبرو میں دشمنانِ آل کا حصہ
سنان و شمر کے منہ میں بھر آیا کس لیے پانی

مناقب آلِ یٰسین کے سنادیں اپنی امت کو
اسی کے واسطے تھے اصطفائے آل عمرانی

بھلا تعریف اس کی لکھ سکے کوئی بشر کیونکر
کہ جس کے وصف میں ناطق ہیں خود آیاتِ قرآنی

اڑیں روح القدس کے ہوش فکرِ نعت اقدس میں
مہہ مہنا یہاں ناقص ہے خود گم مہر شروانی

نہ کہہ سکتا قصیدہ جب بھی میں نعت معلیٰ میں
اگر بالفرض پاتا رتبہٴ عرفیؔ و خاقانیؔ

نہیں ہے یہ قصیدہ نالہٴ مظلوم اسے سمجھو
لقب اس کا یہ ہے پر نام ہے 'فریاد زندانی'

چکا چوند آنکھوں میں ہو ہوش اڑ جائیں غش آجائے
کلیم اللہ اگر اس مہر کی دیکھیں درخشانی

یہ قسمیں دے کے کہتا ہوں کہ جلدی رحم فرماؤ
رہائی قید سے بخشو کہ ہو مشکل کی آسانی

ملادو جلد احباب و عیال و اقربا سے اب
دکھا دو جلد تر مجھ کو وطن کی صبح نورانی

ملال و رنج و غم سے آج ہی امن و اماں بخشو
رہوں صحت سے ہوشیاری و راحت کی فراوانی

کروں ہندوستاں سے قصد پھر حج و زیارت کا
غبار یثرب و بطحا سے جلد آنکھیں ہوں نورانی

اسی ذی الحجہ تک مطلب مرے دل کے عنایت ہوں
کرے اب کا محرم ہند میں یہ بندہٴ جانی

غلام اہل بیت آگے میں تھا مشہور اب بھی ہوں
غریب و بے نصیب و بے کس و محتاج و زندانی

منیرؔ بے حقیقت پر کرو اب رحم یا حضرت
کہ فوجِ انتظار اب سخت کرتی ہے ستم رانی

میر مہدی مجروحؔ

(۱۸۳۳ء-۱۹۰۳ء)

(دیوانِ مجروح)

اللہ رے نور روئے تجلی نقاب کا
ہر ذرّہ کردیا ہے نظیر آفتاب کا

یہ کس سے ہوسکے ہے بجز فیض مصطفیٰ
جو معصیت میں رنگ دکھائے ثواب کا

ہے بانگ دور باش ادب بہر عرش فرش
روضہ ہے یہ جناب رسالت مآب کا

کچھ ماجرا نہ مہر نبوت کا پوچھئے
نقطہ ہے حق کے یہ قلم انتخاب کا

اُمّی ہوا اگرچہ بظاہر پہ اصل میں
کشّاف ہے حقائق امّ الکتاب کا

کرلیں بہت سے جرم اکٹھے کہ حشر میں
ہونا ہے سامنا کرم بے حساب کا

لو آؤ نورِ وادیِ ایمن کو دیکھ لو
سرکا ہے روئے پاک سے گوشہ نقاب کا

الطافِ حق نے بارشِ رحمت رکھی سدا
سایہ ہٹا نہ آپ کے سر سے سحاب کا

حاضر ہیں ہم، سوال کریں منکر و نکیر
یاں حبِّ احمدی ہے خلاصہ جواب کا

ہم بھی تو خواجہ تاش ہیں بگڑیں نہ کس طرح
تھانبا ہے جبرئیل نے حلقہ رکاب کا

رحمت خدا کی عام، نبی شافعِ انام
پھر خوف کس لئے ہو حساب و کتاب کا

یثرب کی راہ، تھم کے کہیں پوچھتا نہیں
اللہ رے شوق اس دلِ پر اضطراب کا

اس ابر مرحمت کی ترشّح ضرور ہے
دُوزخ بنا ہوا ہوں تفِ سینہ تاب کا

افتادگی کسی کی نہ تھی آپ کو پسند
سایہ اسی لئے نہ پڑا اس جناب کا

صلِّ علی کا ورد جو ہے آسمان تک آیا ہے لب پہ نام مرے کس جناب کا
کیسی تعب فشار کی، کیسا عذاب قبر مرقد میں چین سے ہے محبّ بوتراب کا
خورشید زار کیوں نہ کرے گوشۂ لحد یہ داغِ عشق ہے خلفِ بوتراب کا
عذرِ گنہ میں سمع خراشی سے فائدہ دفتر ہے دیکھ لو مرے حالِ خراب کا
حاضر ہو جب خودی تو حضوری کہاں سے ہو ہم ہو گئے ہیں آپ ہی باعث حجاب کا

چشمِ کرم دریغ نہ ہو اس سے یا نبی ﷺ
مہدیؔ کو آسرا ہے تمہاری جناب کا

ہم سر جہاں میں کب ہے رسولِ کریم کا
ثانی کبھی ملا نہیں درِ یتیم کا

وہ گلشنِ وقار کہ جس کے درخت پر
ہے آشیانہ بلبل سدرہ مقیم کا

وہ شاہ عدل دوست، کہ یہ بندوبستِ شرع
ہے اک نمونہ آپ کی رائے سلیم کا

وہ ہادی الطریق کہ جس کے کلام کا
ہر حرف رہنما ہے رہِ مستقیم کا

حاکم وہ اس جہاں میں ہر اک جن وانس پر
قاسم وہ دین میں ہے نعیم و جحیم کا

شائق کلیم تھا، سورخِ پاک شاہ نے
جلوہ دکھادیا اسے حسنِ قدیم کا

فرشِ رہِ حضور ہو، اس کی یہ چاہ ہے
رتبہ بلند کیوں نہ ہو عرش عظیم کا

اکھڑی سی کچھ ہوا نفس عیسوی کی ہے
یثرب سے آ گیا کوئی جھونکا نسیم کا

آؤ درِ حضور پہ اے طالبانِ حق
رستہ دکھا رہا ہوں رہِ مستقیم کا

اب فکر کیا، شفاعت و رحمت ہے ایک جام
نائب بھی ہے کریم، خدائے کریم کا

حضرت کے واسطے سے نہ کی التجائے دید
مقصود کس طرح سے بر آتا کلیم کا

ہر اک بقدر ظرف ہے اس در سے کامیاب
وہ ذات پاک چشمہ ہے فیض عمیم کا

مجروحؔ اہلِ کیں کی عداوت سے کیا خطر
تو تو محبّ ہے آلِ نبی کریم کا

امیر اللہ تسلیم

(۱۸۱۹-۱۹۱۱ء)

قصیدۂ اوّل در نعت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

فقر میں تقدیر دیتی ہے لباس اغنیا
جسمِ عریاں پر اُتو ہوتا ہے نقشِ بوریا

خاک میں مل کر بھی ہے مجھ کو خیالِ خسروی
جانتا ہوں مور کے سائے کو میں ظلِ ہما

منھ نہ دیکھا میری حسرت نے کبھی امید کا
آج تک ہے صورت ارمان مفلس پارسا

کچھ تو کم ہو جوشِ محرومی خدارا اے فلک
بہر چندے انقلاب لطف بخت نارسا

فیضِ اربابِ ہمم ہے قوتِ بے مائیگاں
کشتیِ درویش کو دستِ کرم ہے ناخدا

گھر میں بیٹھا عالم ایجاد کی کرتا ہوں سیر
دل مرے پہلو میں ہے آئینۂ قدرت نما

میرے اس کے رابطہ ہے صورتِ مصراع بیت
ایک ہیں معنی میں دونوں اور ظاہر میں جدا

گو اسیرِ گل ہوں لیکن نکہت گل کی طرح
مجھ کو سوے اصل ہے ہردم کشاں جذب ہوا

میرا ہر نالہ دلیلِ منزل مقصود ہے
رہنمائے کارواں ہوں صورت بانگ درا

سرسری اے شیخ میرے نقش ہستی کو نہ جان
قطرۂ ناچیز ہوں لیکن ہوں دریا آشنا

عشق کامل چاہئے فیض جمال پاک سے
رفتہ رفتہ نور ہوجاتا ہے پتلا خاک کا

امتحاں گر چاہتا ہے دیکھ سینے کو مرے
ہو رہا ہے مشرقِ خورشید مہرِ مصطفیٰ ﷺ

جس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ مثلِ روح وتن
ہر گھڑی آغوش میں تھا شاہد قرب خدا

طے کیے نہ پردۂ گردوں شبِ معراج میں
جیسے عینک سے گزر جائے نگاہِ تیز پا

ایک ذات پاک تھی کونین میں دل کو عزیز
فرشیوں کے نور ایماں عرشیوں کے پیشوا

معنی بیت دو عالم یوں سمجھنا چاہئے
تھی خبر ذات مقدس حرفِ کن تھا مبتدا

عینِ کثرت میں رہے پابند وحدت مثل شمع
نور بخش بزم تھے اور بزم سے مطلب نہ تھا

اک توجہ میں دو عالم کی حقیقت کھل گئی
قلب تھا لوحِ طلسم گنج اسرار خدا

زندگی بخشِ دلِ مردہ تھا ہر حرفِ سخن
آب حیواں تھا دہن، لب موجۂ آب بقا

سینۂ حاسد سے پوچھا چاہئے اوجِ کمال
سو جگہ سے چاک ہے جس طرح مفلس کی ردا

واہ رے عظمت کہ خاکِ پا کو راہِ فخر سے
کھینچتا تھا ہر ملک آنکھوں میں جاے توتیا

اہل بینش تھے مگر بینش تھی ہر دم لوث کی
مثل دامانِ نگاہ چشم اعمیٰ پارسا

بسکہ فانی ذات حق میں تھے کراماً کاتبین
دم بخود ہیں صورتِ تصویر کیا تھا کیا ہوا

بے نیازی کی بدولت حرفِ دولت دہر میں
ہوگیا ننگِ شنیدن جیسے میرا ماجرا

کیا کہوں ترکِ ادب ہے دل تھا یا کوئی صنم
جس کے سایے تک پہنچ سکتی نہ تھی حرص وہوا

دیکھ کر زہد و عبادت سن کے تسبیح و دعا
عالم علوی سے آتی تھی صداے مرحبا

ذرّہ ذرّہ آئینہ تھا آفتابِ حشر کا
صبح عید ہشت جنت اس کے کوچے کی فضا

ایک ذات پاک تھی موصوف چار اوصاف سے
خضری عیسیٰ نفس موسیٰ سخن یوسف نما

واہ رے لطفِ تکلم وقتِ ارشاد بیان
حرف ہوکر لب سے آتا نکتۂ علم خدا

تیغ نے جس دم سے کی تھی سرفروشی اختیار
سن کے نامِ زندگیِ خضر، ہنستی تھی قضا

کھینچتے تیغِ دو دم جس دم میانِ کارزار
روحِ کافر یاس سے کہتی رضینا بالقضا

سامنے جو آ گیا راہی ہوا سوے عدم
بن گئی شمشیر عریاں جادہ دشتِ فنا

ٹھہر اے تسلیم کچھ ترک ادب کا پاس کر
خاک تو لکھے گا اوصافِ جنابِ مصطفیٰ

چاہیے ہر دم حضورِ دل سے یہ کہتا رہے
اے شہِ والا حسب صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

دُرِ تاج تبلیغ وحی خدا — شرف بخش عالم شہِ انبیاءﷺ
سپہرِ کمالات کے آفتاب — نبوت پناہ و رسالت ماب
محمدﷺ کہ جن کا ہے نقشِ قدم — چراغ گزرگاہِ ہست و عدم
ہوئے جب سے پیدا وہ رشکِ قمر — زمیں فخر کرتی ہے افلاک پر
جھکا کر سر آرزو دمبدم — فلک چوم لیتا ہے نقش قدم
رسالت کو بخشا شرف اس قدر — کہ چمکا رخِ دیں مثال قمر
ہدایت کا ان کی یہ دیکھا کمال — کہ فرق ضلالت ہوا پائمال
نگاہیں بڑھیں دہر میں جس قدر — صنم خانے ویران آئے نظر
پھر آباد اللہ کا گھر کیا — بتوں کو خدائی سے باہر کیا
دکھائے وہ اعجاز بالا و پست — کہ بت بن گئے دیکھ کر بت پرست
اڑا رنگ چہرے سے کفار کے — ہوئے مہر لب حرف انکار کے
نظر آئے صدہا پشیمان سے — مشرف ہوئے لاکھوں ایمان سے
خیال و گماں سے سوا تیز تر — گئے عالمِ خاک سے عرش پر
ہوئے قرب اللہ سے سرفراز — رہے ہمدمِ بزمِ راز و نیاز
وہ دیکھا، نہ دیکھے جسے یہ نظر — کہا وہ زباں ہو نہ جس سے خبر
زباں سے نہ ہوں راز جو آشنا — کئے عرض بے حرف و لفظ و صدا

سنے بے زبان و دہن و جواب
کہ قدسی بھی جس سے نہیں بہرہ یاب

کہ رتبہ کسی کو میسر کہاں
ہوا کوئی ایسا پیمبر کہاں

یہ لازم ہے امت کو لیل و نہار
کرے شکر احسان پروردگار

کہ ایسا نبیؐ شہِ انبیاء
عنایت سے اپنی عنایت کیا

دیا ظلِّ دامانِ رحمت ہمیں
کہ میرا بھی ہے اہلِ دیں میں شمار

سیہ رو ہوں یا زَشت کردار ہوں
غلامِ شہنشاہِ ابرار ہوں

شریعت طریقت سکھائی ہمیں
حقیقت کی خوبی بتائی ہمیں

کیا دہر میں دینِ حق آشنا
دکھائی رہِ قربِ پروردگار

ہوئی ظلمتِ کفر، عالم سے دور
بنے اہلِ ایماں کے دل رشک طور

خدا سے مری ہیں دعائیں یہی
امیدیں یہی التجائیں یہی

کہ تا مرگ اس دینِ حق پر مدام
دل و جاں سے ہر وقت رکھوں قیام

اگر بعد مرنے کے میں خاک ہوں
تو خاک درِ شاہِ لولاک ہوں

جو اٹھوں دمِ حشر مدفن سے میں
تو لپٹا ہوں حضرت کے دامن سے میں

نہ محشر کا دھڑکا نہ ہو غم مجھے
نہ پروائے نارِ جہنم مجھے

تماشا ہو دیکھیں جو یارانِ حشر
مجھے اس طرح روزِ میدانِ حشر

عجب سے کہیں اے شفیعِ اُمم
یہ ہے کون واقف نہیں اس سے ہم

یہی اہلِ محشر سے ارشاد ہو
یہ گویا لبِ فیض بنیاد ہو

جگر خستہ دل تفتہ میرا غلام
وہی جس کا تسلیم تھا خاص نام

رہا عمر بھر میرے غم میں تباہ
میں ہوں آج اس کا شفیعِ گناہ

یہ سن سن کے خوش میرے ارمان ہوں
تمنائیں صدقے میں قربان ہوں

الٰہی یہ میرے مقالاتِ شوق
یہ اندازِ حسنِ خیالاتِ ذوق

پیمبر کے صدقے میں تو کردے راست
سوا ہو نہ ذرّہ برابر نہ کاست

پسِ مرگ جب کچھ نہ آئے نظر صداقت کے آثار پائے نظر
تری رحمت خاص شام و سحر ہمیشہ رہے آل و اصحاب پر
خصوصاً ابوبکر عالی تبار شہنشاہ دیں کے بڑے یارِ غار
محیطِ خلافت کے یکتا گہر شرف بخش محراب و منبر عمر
نکو جامع آسمانی کتاب ہمہ خلق عثمان عالی جناب
خبردار سرِ خفی و جلی در شہر علم لدُنّی علی
کئے خوب انہوں نے خلافت کے نام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

محمد محسنؔ کاکوروی

(۱۸۲۷-۱۹۰۵ء)

مدیح خیر المرسلین

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہی صبا گنگا جل

گھر میں اشنان کریں سروقدان گوکل
جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل

خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل

کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل

جانب قبلہ ہوئی یورش ابر سیاہ
کہیں پھر کعبہ میں قبضہ نہ کریں لات وہبل

دھرکا ترسا بچہ ہے برق لئے جل میں آگ
ابر چوٹی کا برہمن ہے لئے آگ میں جل

ابر پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم
برق بنگالۂ ظلمت میں گورنر جنرل

نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی
پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل

دیکھئے ہوگا سری کشن کا کیونکر درشن
سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل

راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل

اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گرداب بلا
نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل

ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل

تہ و بالا کئے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے
بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل

کبھی ڈوبی کبھی اچھلی مہ نو کی کشتی
بحر اخضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہلچل

قمریاں کہتی ہیں طوبیٰ سے مزاج عالی
لالۂ باغ سے ہندوئے فلک کھیم کسل

شب دیجور اندھیرے میں ہے ظلمت کے نہاں
لیلیٰ محمل میں ہے ڈالے ہوئے منھ پر آنچل

شاہد کفر ہے مکھڑے سے اٹھائے گھونگھٹ
چشم کافر میں لگائے ہوئے کافر کاجل

جوگیا بھیس کیے چرخ لگائے ہے بھبھوت
یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمل

شب کو مہتاب نظر آئے نہ دن کو خورشید
ہے یہ اندھیر مچائے ہوئے تاثیر زحل

وہ دھواں دار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع
گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈھے اسے لیکر مشعل

نور کی پتلی ہوئی پردۂ ظلمت میں نہاں
چشم خورشید جہاں میں رہے آثار سبل

آتشِ گل کا دھواں بام فلک تک پہنچا
جم گیا منزل خورشید کی چھت پر کاجل

ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیرا گھپ ہے
برق سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل

جس طرف سے گئی بجلی پھر ادھر آ نہ سکی
قلعۂ چرخ میں ہے بھول بھلیاں بادل

فیض ترطیب ہوا نے یہ دکھائی تاثیر
زر محلول ہے اخگر تو کھرل ہے منقل

آب آئینہ تموّج سے بہا جاتا ہے
کہیے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل

آج یہ نشو ونما کا ہے ستارہ چمکا
شاخ میں کاہکشاں کے نکل آئی کونپل

دیکھتے دیکھتے بڑھ جاتی ہے گلشن کی بہار
دیدۂ نرگس شہلا کو نہ سمجھو احول

خضر فرماتے ہیں سنبل سے تری عمر دراز
پھول سے کہتے ہیں پھلتا رہا گلزار امل

عطر افشاں ہے شبیہہ گل نسرین و سمن
نخل داؤدی مومی سے ٹپکتا ہے عسل

لہریں لیتا ہے، جو بجلی کے مقابل سبزہ
چرخ پر باولا پھیلا ہے زمیں پر مخمل

جگنو پھرتے ہیں گلبن میں تو آتی ہے نظر
مصحف گل کے حواشی پہ طلائی جدول

ہمزباں وصفِ چمن میں ہوئے سب اہل چمن
طوطیوں کی جو ہے تضمین تو بلبل کی غزل

تخت طاؤسی گلشن پہ ہے سایہ کیے ابر
چتر کھولے ہوئے فرق شہ گل پر سنبھل

جس طرف دیکھیے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں
لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کونسل

شاخ پر پھول ہیں جنبش میں زمیں پر سنبل
سب ہوا کھاتے ہیں گلشن میں سوار اور پیدل

پھول ٹوٹے ہوئے پھرتے روشوں پر ہیں نسیم
یا سڑک پر ہیں ٹہلتے ہوئے گلگوں کوتل

آہِ قمری میں مزہ اور مزے میں تاثیر
سرو میں دیکھئے پھول آنے لگے پھول میں پھل

ساتھ ساتھ آتے ہیں نالوں کے جگر کے ٹکڑے
شجر آہِ رسا میں نکل آئی کونپل

شجرے میں پیر مغاں کے نکل آئیں شاخیں
حرمت دفتر رز میں نظر آتا ہے خلل

سبزۂ خط سے ہوا ہونے لگی سرخی لب
چمنِ حسن سے لال اڑ گئے بن کر ہریل

صاف آمادۂ پرواز ہے شاماں کی طرح
پر لگائے ہوئے مژگاں صنم سے کاجل

خندہ ہائے گل قالیں سے ہوا شور نشور
کیا عجب ہے جو پریشان ہے خواب مخمل

طرفہ گردش میں گرفتار عجب پھیر میں ہے
سرمہ ہے نیند مری دیدۂ بیدار کھرل

شاخ شمشاد پر قمری سے کہو چھیڑے ملار
نونہالان گلستاں کو سنائے یہ غزل

غزل

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
تیرتا ہے کبھی گنگا کبھی جمنا بادل

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق میں آج شری کشن ہے کالا بادل

خوب چھایا ہے سر گوکل و متھرا بادل
رنگ میں آج کنھیا کے ہے ڈوبا بادل

شاہد گل کا لئے ساتھ ہے ڈولا بادل
برق کہتی ہے مبارک تجھے سہرا بادل

سطح افلاک نظر آتی ہے گنگا جمنی
روپ بجلی کا سنہرا ہے روپہلا بادل

چرخ پر بجلی کی چل پھر سے نظر آتا ہے
سبزہ چمکائے ہلاتا ہوا برچھا بادل

جب تلک برج میں جمنا ہے یہ کھلنے کا نہیں
ہے قسم کھائے اٹھائے ہوئے گنگا بادل

بجلی دو چار قدم چل کے پلٹ جائے نہ کیوں
وہ اندھیرا ہے کہ پھرتا ہے بھٹکتا بادل

چشمۂ مہر ہے عکس زر گل سے دریا
پرتو برق سے سونے کا ہے بجرا بادل

میری آنکھوں میں سماتا نہیں یہ جوش و خروش
کسی بیدرد کو دکھلائے کرشا بادل

دل بیتاب کی ادنیٰ سی چمک ہے بجلی
چشم پر آب کا ہے ایک کرشا بادل

طپش دل کا اڑایا ہوا نقشا بجلی
چشم پر آب کا دھویا ہوا خاکا بادل

اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے　　میری آنکھوں کا ہے اترا ہوا صدقہ بادل
کچھ ہنسی کھیل نہیں جوشش گریہ کا ضبط　　یہ مرا دل ہے یہ میرا ہے کلیجا بادل
جامِ عمرِ فلک پیر ہوا ہے لبریز　　لئے آتا ہے جنازہ دیئے کاندھا بادل
راجہ اندر ہے پری خانۂ مے کا پانی　　نغمۂ نے کا سری کشن کنھیا بادل
جوش پر رحمت باری ہے چڑھاؤ خم مے　　چشمک برق سے کرتا ہے اشارا بادل

دیکھتا ہے کہیں محسنؔ کی فغان و زاری
نہ گرجتا کبھی ایسا نہ برستا بادل

پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف بعد غزل　　کہ ہے چکّر میں سخن گو کا دماغ مختل
باغ میں ابر سیہ مست چڑھا کر آیا　　جام خورشید مع میکدۂ برج حمل
چشم میکش میں گلابی ہے کہ پھولا ہے گلاب　　پھول کیوڑے کا کھلا ہے کہ کھلی ہے بوتل
جام بے بادہ سے کہتے ہیں کہ رندوں کو نہ چھیڑ　　دست بے جام سے کہتے ہیں کلیجوں کو نہ مل
گوہر دل کو بڑی سنگدلی سے پیسا　　کشتیِ مے کو بنایا مرے ساقی نے کھرل
کیسی افسردگی کیا بات ہے مرجھانے کی　　غنچہ کہتا ہے لجالو سے کہ گلشن سے نکل
سیر میں دشت کے مصروف ہے جو پاؤں ہے لنگ　　شغل میں چاک گریباں کے ہے جو ہاتھ ہے شل
مصر والوں کو یہ ڈر ہے کہ زلیخا کے لیے　　سرِ بازار نہ بکنے لگے سودے کا خلل
مے گلرنگ ہے کیا شمع شبِ فکر کا پھول　　چلتے چلتے جو قلم ہاتھ سے جاتا ہے نکل
کیا جنوں خیز ہے لکھنے میں صریرِ نَے کلک　　کہ سیاہی سے ہے ہر حرف کو سودے کا خلل
ہے سخن گو کو نہ انشا کی نہ املا کی خبر　　ہوگئی نظم کی انشا و خبر سب مہمل
دل میں کچھ اور ہے پر منھ سے نکلتا ہے کچھ اور　　لفظ بے معنی ہیں اور معنی ہیں سب بے اٹکل
کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا　　کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استل
کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پر　　گھاگھرا پر کبھی گذرا کبھی سوئے چمّل
چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل　　نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل

ہاں یہ سچ ہے کہ طبیعت نے اڑایا جو غبار ہوئی آئینہ مضموں کی دو چنداں صیقل
روئے معنی ہے بہکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف تاکتا ہے تو ثریا کی سنہری بوتل
اک ذرا دیکھئے کیفیت معراج سخن ہاتھ میں جام زحل شیشہ مہ زیر بغل
گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں رکھا پاؤں کہ تصور بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بل
یعنی اس نور کے میدان میں پہنچا کہ جہاں خرمن برق تجلی کا لقب ہے بادل
تار باران مسلسل ہے ملائک کا درود پئے تسبیح خداوندِ جہاں عز و جل
کہیں طوبیٰ کہیں کوثر کہیں فردوس بریں کہیں بہتی ہوئی نہر لبن و نہر عسل
کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل کہیں رضواں کا کہیں ساقی کوثر کا عمل
کنز مخفی کے کسی سمت نہاں تہ خانے اک طرف مظہرِ قدرت کے عیاں شیش محل
عاشق جلوہ طلبگار کہیں چشم قبول ناز معشوق کے پردے میں کہیں حسن عمل
گل بیرنگی مطلق کے لہکتے گلزار بے نیازی کے ریاحیں سے مہکتے جنگل
باغ تنزیہہ میں سرسبز نہاں تشبیہ انبیا جس کی ہیں شاخیں عرفا ہیں کونپل
گل خوشرنگ رسول مدنی عربی زیب داماں ابد طرۂ دستار ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوج رفعت کا قمر نخل دوعالم کا ثمر بحر وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول
مہر توحید کی ضو اوج شرف کا مہ نو شمع ایجاد کی لو بزم رسالت کا کنول
مرجع روح امیں زیب دہ عرش بریں حامئ دین متیں ناسخ ادیان و ملل
ہفت اقلیم ولایت میں شہ عالی جاہ چار اطراف ہدایت میں نبی مرسل

جی میں آتا ہے لکھوں مصرع برجستہ اگر
وجد میں آ کے قلم ہاتھ سے جائے نہ اُچھل

مطلع

منتخب نسخۂ وحدت یہ تھا روز اوّل — کہ نہ احمد کا ہے ثانی نہ احد کا اوّل
دور خورشید کی بھی حشر میں ہو جائے گی صبح — تا ابد دور محمد کا ہے روز اوّل
شب اسریٰ میں تجلّی سے رخ انور کی — پڑ گئی گردن رفرف میں سنہری ہیکل
سجدۂ شکر میں ہے ناصیۂ عرش بریں — خاک سے پائے مقدس کی لگا کر صندل
افضلیت پہ تری مشتمل آثار و کتب — اوّلیت پہ تری متفق ادیان و ملل
لطف سے تیرے ہوئی شوکت ایماں محکم — قہر سے سلطنت کفر ہوئی مستاصل
مبحث جاہ میں اعلیٰ کے ہیں معنیٰ ادنیٰ — مصرف جود میں اکثر کا مرادف ہے اقل
شانہ حضرت کا ہے تشدید دولام واللیل — صاد مازاغ بصر سرمۂ چشم اکحل
جس طرف ہاتھ بڑھیں کفر کے ہٹ جائیں قدم — جس جگہ پاؤں رکھے سجدہ کریں لات وہبل
تیری تشبیہ کا ہے آئینہ خانہ تنزیہہ — شان بیرنگی مطلق ہے تجھے رنگ محل
ہے حقیقت کا مجاز آپ کا حیرت کا مقام — بے نیازی کو نیاز آپ کا نازش کا محل
ہو سکا ہے کہیں محبوب خدا غیر خدا — اک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشم احول
رفع ہونے کا نہ تھا وحدت و کثرت کا خلاف — میم احمد نے کیا آکے یہ قصّہ فیصل
نظر آئے اگر احمد میں مجھے دال دوئی — روز محشر ہوں الٰہی مری آنکھیں احول

پھر اسی طرز کی مشتاق ہے مداحیٔ طبع
کہ ہے اس بحر میں اک قافیہ اچھا بادل

غزل

کیا جھکا کعبہ کی جانب کو ہے قبلہ بادل — سجدے کرتا ہے سوئے یثرب و بطحا بادل
چھوڑ کر میکدۂ ہند و صنم خانۂ برج — آج کعبے میں بچھائے ہے مصلّیٰ بادل
سبزۂ چرخ کو اندھیاری لگا کر لایا — شہسوارِ عربی کے لئے کالا بادل

بحر امکاں میں رسولِ عربی درِّ یتیم — رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل
قبلۂ اہلِ نظر کعبۂ ابروئے حضور — موئے سر قبلہ کو گھیرے ہوئے کالا بادل
رشک سے شعلۂ رخسار کے روتی ہے برق — برق کے منھ پہ ہے رکھے ہوئے پلّا بادل
دور پہنچی لب جاں بخش نبی کی شہرت — سن ذرا کہتے ہیں کیا حضرت عیسیٰ بادل
چشم انصاف سے دیکھ آپ کے دندان شریف — دُر یکتا ہے ترا گرچہ یگانہ بادل
تھا بندھا تار فرشتوں کا در اقدس پر — شبِ معراج میں تھا عرش معلّیٰ بادل
آمد و رفت میں تھا ہم قدم برق براق — مرغزار چمن عالم بالا بادل
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجایا ڈنکا — تھا تری عام رسالت کا گرجتا بادل
دین اسلام تری تیغ دو دم سے چمکا — یا اٹھا قبلہ سے دیتا ہوا کاندھا بادل
آستانے کا ترے دہر میں وہ رتبا ہے — کہ جو نکلا تو جھکائے ہوئے کاندھا بادل
تو وہ فیاض ہے در پر ترے سائل کی طرح — فلک پیر کو لایا دیئے کاندھا بادل
تیغ میدانِ شجاعت میں چمکتی بجلی — ہاتھ گلزار سخاوت میں برستا بادل

محسنؔ اب کیجئے گلزار مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل

مطلع

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل — میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیری خالی — نہ مرا شعر نہ قطعہ نہ قصیدہ نہ غزل
دین و دنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے — صرف تیرا ہو بھروسہ، تری قوت، ترا بل
ہو مرا ریشۂ امید وہ نخل سر سبز — جس کی ہر شاخ میں ہو پھول ہر اک پھول میں پھل
آرزو ہے کہ رہے دھیان ترا تادم مرگ — شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
نام احمد بزباں سرِّ بلا میم بصدر — لب پہ ہو صلِّ علیٰ دل میں مرے عزّ وجل

روح سے میری کہیں پیار سے یہ عزرائیل ‏ کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل
دم مردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا مری ‏ فکر فردا کی نہ کر دیکھ لیا جائے گا کل
یاد آئینۂ رخسار سے حیرت ہو مجھے ‏ گوشہ قبر نظر آئے مجھے شیش محل
میزباں بن کے نکیرین کہیں گھر ہے تیرا ‏ نہ اٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بیکل
رخ انور کا ترے دھیان رہے بعد فنا ‏ میرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل
حذف ہوں میرے گناہانِ ثقیل اور خفیف ‏ آئیں میزاں میں جب افعال صحیح و معتل
میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ ‏ عارضِ شاہد محشر ہو اگر حسن عمل
صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح ‏ ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

امیر احمد امیرؔ مینائی

(۱۸۲۶-۱۹۰۰ء)

تفکر امتیاز جان و جاناں میں کیا حد کا
عروض ابتک نہ آیا ہاتھ اس بیعت معقّد کا

'نفخت فیہ من روحی' کے معنی سے ہوا ثابت
خزانہ ہے محیط اس چشمہ روحِ مجرد کا

گیا شبہ سمجھ میں آیۂ حبل الورید آیا
رگ گردن مقام خاص ہے محبوب سرمد کا

خدا جانے کب آنا ہو چمن میں اس سہی قد کا
بجا رکھا ہے کیوں غنچوں نے ڈنکا آمد آمد کا

خیال آبرو رکھتے ہیں ناحق عاشق ابرو
الف ہر چند ہے اس لفظ میں لیکن ہے بے مد کا

سیاہی سے یقیں سے پنجۂ مژگاں شپّر ہو
جو شانہ مہر کا پنجہ ہو اس زلف مجعّد کا

پھنکتی چھوڑ دے اب خوش نویسی کا ہے شوق اسکو
دوات و خامہ لاؤ طاق پر رکھدو پھر گد کا

مگر توصیف رخسار و خط و گیسو سے کیا حاصل
وظیفہ تھا جوان بیتوں میں ہوتا وصف احمد کا

الف آدم میں ہے ممدود، احمد میں ہے بے مد کا
سبب یہ ہے کہ واں سایہ تھا یاں سایہ نہ تھا قد کا

زہے خاطر جو دنیا سے بلایا حق نے پاس اپنے
رواں ہمراہ قاصد کے کیا ہدیہ خوشامد کا

کمی اس سے نہیں کی میں نے بھی توصیف حضرت میں
شہیدیؔ گو کہ موجد ہے اس آئین مجدّد کا

ظہور آخر ہے اوّل انبیاء سے نور احمد کا
بجا ہے گر لقب ہو اوّل و آخر محمد ﷺ کا

دوئی کیسی کہاں ثانی کہ یہ دونوں ہیں لاثانی
خدا کا دوسرا کوئی نہ سایہ آپ کے قد کا

وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظل خدا حضرت
جدا کرنا بہت دشوار تھا حرف مشدّد کا

تھکا جب ڈھونڈھ کر سمجھا غلط فہمی سے وہم اپنا
کہ ہے رختِ سیاہ کعبہ سایہ آپ کے قد کا

گماں ہوتا ہے جنت سے وہی اترا عبا ہو کر
اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمد ﷺ کا

بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمدﷺ کا
اثر میم مشدّد میں ہے ذوالقرنین کے سدّ کا

بلاؤں سے اماں خلقت نے نامِ پاک سے پائی
ہے اب رہنا نہ رہنا ایک ذوالقرنین کی سدّ کا

ہوئے ہیں جمع امکان وقدم ذات مقدس میں
محمدﷺ میں یہی مطلب تو ہے میم مشدّد کا

وہی تو چرخِ اخضر ہے جو روزِ خلقت عالم
گرا تھا تاج نورانی سے آویزا زمرّد کا

قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے
انہی دو نقطۂ زیریں کا طالب لفظ تھا ید کا

عجب اس خسرو دیں کو خدا نے دی ہے بیداری
کہ مخمل خواب سے واقف نہیں ہے اس کی مسند کا

مشکّک معجز شق القمر میں کچھ جو شک لائے
کرے دوّارہ تشدید سر کاف مشدد کا

شکم پر سنگ اسود اور فاقے سے شکم خالی
ہوا ثابت کہ کعبہ بھی مقلّد ہے محمدﷺ کا

دکھائی قوتِ بازو کمانِ قرب یوں کھینچی
کہ عالم دونوں گوشوں میں ہوا حرف مشدّد کا

خدایا تو ہے منصف میں احد سمجھا جو احمدﷺ کو
کہ دیوانہ جو مجرم ہو نہیں ہے مستحق حدّ کا

کبھی لوں شوقِ کامل سے در و دیوار کے بوسے
لگاؤں سرمہ آنکھوں میں کبھی اس خاکِ مرقد کا

عجب کیا اشک کی صورت گریں مولا کے قدموں پر
نکل کر پتلیاں دونوں کہ شوقِ بوسہ ہے حدّ کا

نسیم لطف کا جھونکا الٰہی کوئی چل جائے
شگفتہ مثل گل ہو جائے غنچہ دل کے مقصد کا

(۲)

لائی ہے کیا چمن میں ہر اک شاخسار پھول
دکھلا رہے ہیں باغِ جناں کی بہار پھول

کتنے ہیں سرخ و زرد تو کتنے سپید و سبز
ہر رنگ میں ہے صنعتِ پروردگار پھول

کثرت سے اس قدر کہ سخی باغباں ہوا
دیتا ہے منت اہل تماشا کو ہار پھول

ہر گھر میں ہر مکان میں صحرا میں، کوہ میں
لے جاتی ہے اڑا کے نسیم بہار پھول

جتنے درخت ہیں وہ جمائے ہوئے ہیں صف
باندھے ہوئے کھڑے ہیں روش پر قطار پھول

پوچھی جو وجہ میں نے تو کہنے لگی نسیم
اس کا ہے انتظار ہیں جس پر نثار پھول

وہ لالہ رو کہ جس سے زمانہ کی ہے بہار
جس کے عرق سے ایسے ہوئے عطر بار پھول

اللہ نے دیا ہے یہ اس کو جمال پاک
سنبل فدا ہے زلف پہ رخ پر نثار پھول

اللہ کیا دہن ہے کہ باتیں ہیں معجزہ ہوتے ہیں ایک غنچہ سے پیدا ہزار پھول
وہ چہرہ وہ دہن کہ فدا جن پہ کیجیے ستّر ہزار غنچے، بہتّر ہزار پھول
ادنیٰ یہ معجزہ ہے کہ ایک چوب خشک میں پتّے لگے ہزار پھل آئے ہزار پھول
اللہ رے رعب کچھ نہ ابوجہل کی چلی کافر کے ہاتھ پاؤں لگے مشک وار پھول
ہے دشمنوں کے حق میں چمن زار خار خار کھٹکیں نہ کیوں نگاہ میں مانند خار پھول
رنگ بہار ان کو جلائے برنگ نار تاثیر میں ہوں اختر دنبالہ دار پھول
غنچے کی طرح آپ کے دشمن گرفتہ دل خنداں ہوں دوست جیسے کہ روز بہار پھول

(۳)

بیاں کیا ہو شہنشاہ عرب کی شان و شوکت کا فلک جس کے در دولت پہ نقارہ ہے نوبت کا
اسی پردے میں حسرت گرد پھرنے کی نکل جاتی کہ میری خاک سے بنتا خطیرہ تیری تربت کا
دکھاتا ہے تماشا لخت دل کی یاد عارض میں مژہ سے گرتے گرتے پھول بنجاتا ہے جنت کا
تڑپتی ہے جو بجلی جلوہ گاہِ حور میں اب تک کبھی پرتو وہاں کیا پڑ گیا تھا تیری طلعت کا
نہ رکھ محروم زخم عشق سے اس نیم بسمل کو ادھر بھی اک نظر صدقہ شہیدانِ محبت کا
مشلک کیوں یہ کہتے ہیں ترا انجام کیا ہوگا ادھر سے جوش عصیاں کا ادھر ہے جوش رحمت کا
تری تیغ ادا پر اس ادا سے جان دیتا ہے قضا منھ دیکھنے لگتی ہے مشتاقِ شہادت کا
کہے گی حشر میں زلفِ مسلسل آپ کی بڑھ کر کہ میں ہوں سلسلہ عفو سیہ کاران امت کا
کوئی جائے گا جنت کو کوئی جائے گا دوزخ کو مدینے کی طرف دوڑے گا کشتہ تیری حسرت کا
ترے جلوے کی حسرت رہ گئی مشتاق کو تیرے نقاب الٹا تو پردہ پڑ گیا آنکھوں پہ حیرت کا

امیؔر بے نوا کیا غم اگر تیرا نہیں کوئی
بھروسہ بیکسی میں ہے تجھے اس کی حمایت کا

شبلی نعمانی

(۱۸۵۷ـ۱۹۱۴ء)

ہاں مدینے میں ہوا غل کہ رسول آتے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے ارباب نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ کر اشعار
نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے
ناز نینان حرم بھی نکل آئیں باہر
آل نجّار چلے شہر سے ہوکر تیار
زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر
دفعتاً کوکبۂ شاہ رسول آ پہنچا
غل ہوا صلِّ علیٰ خیر اناسٍ و بشر
جلوۂ طلعت اقدس جو ہوا عکس فگن
دفعتاً تار شعاعی تھا ہر اک تار بصر
طور پر حضرت موسیٰؑ کی صدا آتی تھی
آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
ہاں مبارک کرے اے خاک حریم نبویﷺ
آج سے تو بھی ہوئی خاک حرم کی ہمسر
صل یا رب علی خیر نبیﷺ و رسولﷺ
صل یا رب علی افضل جن و بشر

خواجہ الطاف حسین حالؔی

(۱۸۳۷-۱۹۱۶ء)

(کلیاتِ حالی)

قصیدہ نعتیہ

بنے ہیں مدحت سلطان دوجہاں کیلیے
سخن زباں کیلیے اور زباں دہاں کیلیے

وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں
عداوت اس کی عذاب الیم جاں کیلیے

وہ شاہ جس کا محبّ امن و عافیت میں مدام
محبت اس کی حصارِ حصیں اماں کیلیے

وہ چاند جس سے ہوئی ظلمتِ جہاں معدوم
رہا نہ تفرقہ روز و شب زماں کیلیے

وہ پھول جس سے ہوئی سعی باغباں مشکور
رہی نہ آمد رفتِ چمن خزاں کیلیے

ہلال مکہ کا ماہ دو ہفتہ یثرب کا
فروغ قوم کے اور شمع دود ماں کیلیے

گھر اس کا مورد قرآن مہبط جبریل
اور اس کا کعبۂ مقصود انس و جاں کیلیے

سپہر گرم طواف اس کی بارگاہ کے گرد
زمین سربسجود اُس کے آستاں کیلیے

وہ لحظہ لحظہ تفقد وہ دم بدم الطاف
رضائے خاطرِ یارانِ جانفشاں کیلیے

وہ گونہ گونہ مدارات بات بات میں مہر
کشائش گرہ کیں دشمناں کیلیے

گہہ افتخار مقابل میں اہل نخوت کے
گہہ انکسارِ مداراتِ میہماں کیلیے

کہیں ہلاک میں تاخیر قومِ سرکش کے
کہیں نماز میں تعجیل ناتواں کیلیے

صفائے قلب حسودان کینہ خواہ کے ساتھ
دعائے خیر بد اندیش و بدگماں کیلیے

کہیں مقدمۃ الجیش انبیاء و رسل ‏ کہیں وہ خاتمۃ الباب داستاں کیلئے
مدینہ مرجع و ماوائے اہل مکہ ہوا ‏ مکیں سے رتبہ یہ حاصل ہوا مکاں کیلئے
اسی شرف کے طلبگار تھے کلیم و مسیح ‏ نویدِ اُمت پیغمبرِ زماں کے لئے
بس اب نہ غول کا کھٹکا نہ راہزن کا خطر ‏ ہوا وہ قافلہ سالار کارواں کیلئے
شفیع خلق سراسر خدا کی رحمت ہے ‏ بشارت اُمت عاصی و ناتواں کیلئے
شفاعتِ نبوی ہے وہ برق عصیاں سوز ‏ کہ حکمِ خس ہے جہاں کفرِ دو جہاں کیلئے
خدا کی ذات کریم اور نبی کا خلق عظیم ‏ گنہ کریں تو کریں رخصت انس و جاں کیلئے
اُسی کا دیں ہے کہ ہے گلشن ہمیشہ بہار ‏ وگر نہ ہر گل و گلزار ہے خزاں کیلئے
عبور لجّہ عصیاں سے کس طرح ہو اگر ‏ وہ ناخدا نہ ہو اس بحرِ بیکراں کیلئے
مریضِ حرص و ہوا، پائے کب شفا جب تک ‏ وہ چارہ گر نہ ہو اس دردِ جانستاں کیلئے
حروف و صوت میں وسعت نہ کام و لب میں سکت ‏ حقیقتِ شب معراج کے بیاں کیلئے
ارادہ عرش تک اک آن میں پہنچنے کا ‏ کیا تھا عزم الوالعزم نے کہاں کیلئے
کرم کا دیکھئے دامن کہاں تلک ہو فراخ ‏ ہو میزبان خدا جب کہ میہماں کیلئے
زمیں پہ ٹھیرا ہے ماوائے شاہِ عرشِ نشیں ‏ رہی نہ اب کوئی فوقیت آسماں کیلئے
اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیار استعداد ‏ محک ہے حبّ نبی دل کے امتحاں کیلئے
اگر نصیب ہو یثرب میں جا کے شربت مرگ ‏ پیوں نہ عمر بقا عمر جاوداں کیلئے
اگر بقیع میں گز بھر زمیں میسر آئے ‏ کروں نہ طول عمل روضۂ جناں کیلئے
سمایا اس کا جو نقش قدم تصور میں ‏ ہجوم شوق میں بوسے کہاں کہاں کیلئے
حریف نعت پیمبر نہیں سخن حالؔی ‏ کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کیلئے

نبی کا نام ہو ورد زباں رہے جب تک
سخن زباں کے لئے اور زباں دہاں کیلئے

میں بھی ہوں حسنِ طبع پر مغرور
مجھ سے اٹھیں گے ان کے ناز ضرور

خاک ہوں اور عرش پر ہے دماغ
مجھ سے برتر ہے میری طبع غیّور

خاکساری پہ میری کوئی نہ جائے
میرے دل میں بھرا ہوا ہے غرور

چشمۂ آب خضر کی مانند
چشم اہلِ جہاں سے ہوں مستور

دل سے داد اپنی لے چکا ہوں بہت
مجھ کو پروا نہیں کہ ہوں مشہور

مثلِ یوسف دکھائے جو ہر ذات
جس کو بکنا ہو مفت یاں منظور

جیسے شہباز ہو قفس میں اسیر
ہوں زمانہ کے ہاتھ سے مجبور

کبک و قمری کو رخصت پرواز
بال و پر مفت صعوہ و عصفور

جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں
اس سے شکوہ نہیں کہ ہے معذور

لذّتِ مے سے جو نہ ہو آگاہ
اس کو کیا قدر خوشۂ انگور

جس کے آنکھیں نہ ہوں وہ کیا جانے
روز روشن ہے یا شب دیجور

پہلے ہوگی کسی کو قدر ہنر
اٹھ گیا اب جہاں سے یہ دستور

دردِ دل کا بیاں کروں کس سے
بات کھوٹی نہیں مجھے منظور

سخن حق کی وادیوں کس سے
سن چکا ہوں فسانہ منصور

مژدہ خسرو کو وصل شیریں کا
ہوچکی سعیٔ کوہکن مشکور

ہم نے دیکھی تمیز اہل ہنر
ہم نے دیکھا مذاق اہل شعور

ہے غرض ان کو صوتِ موزوں سے
نالۂ دل ہو یا نوائے طیور

ہو کسی شے سے ان کی گرمیٔ بزم
داستاں ہو وہ یا کہ درس زبور

ہے فقط روشنی سے ان کو کام
موم ہو اصل شمع یا کافور

ہے یہاں قائل آنا مردود
ہو وہ فرعون وقت یا منصور

آپ اپنے سخن سے ہوں محظوظ
دل اصحاب گو نہ ہو مسرور

یاں اگر کام ہے تو شیریں سے
قصر خسرو کے اور ہیں مزدور

دل احباب پر نہیں چلتا
سحر میرا کہ رہیو غیر سے دور

ہوں تماشائے شہر نابینا
ہے برابر مرا خفا و ظہور

دُر یکتا ہوں اور ہوں بے آب
ماہ کامل ہوں اور ہوں بے نور

چشمہ بیداد کارواں تشنہ
بادہ بر زور انجمن مخمور

اس زمانہ میں وہ غریب ہوں میں
جو وطن سے ہو لاکھ منزل دور

صاحبِ قدر و جاہ ہے جب تک
کار فرما ہے چین میں مغفور

کاش اس عہد میں مجھے پاتے
تھا سخن جب کہ قبلہ جمہور

کاش واں دیکھتے مجھے کہ جہاں
متنبیٰ تھا مساوِحِ کافور

کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز
انوری ہے نہ عرفی و شاپور

کون دیکھے مرے چمن کی بہار
مرگیا عندلیب نیشاپور

جس سے ہوتا ہے خستہ سینۂ ہوش
ہے زباں میری وہ دمِ شاطور

جس سے ہوتا ہے کور پروانہ
ہے مری شمع میں وہ لمعۂ نور

شرع نقطہ کی گر کروں تحریر
تنگ ہو عرصۂ نقوش و سطور

ترک عشقِ بتاں کریں عشاق
مجھ سے سن پائیں گر ستائش حور

گر کروں ذکر ذلت طاعات
تلخ کردوں مذاق فسق و فجور

چھیڑ دوں گر فسانہ فرہاد
دلِ خسرو میں ڈال دوں ناسور

کرنے جاؤں جو حق سے عُذر گناہ
لے کے آؤں نوید عفو قصور

لوں ملائک سے دادِ حسنِ کلام
گر لکھوں نعتِ سرور جمہور

وہ شہنشاہ! امتی جس کا
یاں گنہگار اور وہاں مغفور

وہ خداوند خدمتی جس کا
یاں سبکسار اور وہاں ماجور

مژدہ اے امتِ ضعیف کہ یاں
سعی ہوتی ہے بے کیۓ مشکور

لب شیریں کلام سے اُس کے
دوست بھی شاد غیر بھی مسرور

اثر فیض عام سے اس کے
کعبہ آباد و میکدہ معمور

چرخ کردے اگر وہ حکم سکوں
ہو غلط نسخۂ سنین و شہور

صرصر قہر گر چلے اُس کی
بند ہو مسلک صبا و دَبور

جس طرف ہو وہ گرمِ نظارہ
جلوہ گر ہو اُدھر سے لمعۂ طور

ہو جہاں لطف سے وہ سایہ فگن
موجزن ہو وہاں سے چشمۂ نور

بات پوچھو تو سوئے چرخ نگاہ
سینہ دیکھو تو علم کا گنجور

ہوسکے اس کی خوبیوں کا شمار
نعمتیں حق کی ہوں اگر محصور

اے ترا پایۂ فہم سے برتر
اے ترا نام عرش پر مسطور

میں ترے در پہ سن کے آیا ہوں
نام تیرا شفیع روز نشور

کچھ نہیں زادِ راہ پاس اپنے
مگر امید عفوِ رب غفور

طبع غالب ہے اور میں مغلوب
نفس قاہر ہے اور میں مقہور

بحر غفلت میں ہوں سراسر غرق
نشۂ کبر میں ہوں بالکل چور

چھوڑتی ہی نہیں خودی دامن
ہوں بہت اپنے ہاتھ سے مجبور

مہر فرزند و خواہش زر و سیم
طمعِ جاہ و فکر عیش و سرور

ایک بیمار اور سو آزار
ایک رنجور اور سو ناسور

نفس امارہ اور دیو مرید
یہ ہے افعی تو وہ ہے کلب عقور

مجھ سے جو کام چاہئے لیجئے — جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض و غیبت و بہتان — بخل و حرص و ہوا وفسق و فجور
ایک جو مجھ سے بن نہیں آتی — ہے وہ خدمت کہ جس پہ ہوں مامور
دل لگے بندگی میں کیا امکاں — لب ہلے ذکرِ حق میں کیا مذکور
مایۂ عقل ہے نہ شورِ جنوں — دلِ بیتاب ہے نہ جان صبور
نہ معاصی میں تلخیٔ خجلت — نہ عبادت میں چاشنیٔ حضور
فی المثل ہے مری مسلمانی — جیسے زنگی کا نام ہو، کافور
ہاں مگر کچھ امید بندھتی ہے — تیرے زمرے میں گر ہوا محشور
جب ترے کارواں میں جا پہنچا — پھر رہا بابِ خلد کتنی دور
دوری آستان والا سے — ہے بہت تنگ حالؔی مہجور
جا لگے تیرے در پہ کشتی عُمر — جب کروں بحرِ زندگی سے عبور

جیتے جی دل میں یاد ہو تیری
مرتے دَم لب پہ ہو ترا مذکور

محمد اسماعیل میرٹھی

(۱۸۴۴ء-۱۹۱۷ء)

(کلیاتِ اسماعیل میرٹھی)

ہاں یہ بھی سن رکھو تم، دیتا ہوں میں گواہی
ہادی مرا محمد ﷺ ہے بندۂ الٰہی

تاجِ رسالت اس کے سر پر خدا نے رکھا
اوروں سے اس کو برتر صدق و صفا نے رکھا

اس کو خدا نے اپنا پیغامبر بنایا
بے کم و کاست اس نے جو حکم تھا سنایا

وہ خاتمِ نبوت وہ سرورِ دوعالم
درگاہِ ایزدی کا تھا اک سفیرِ اعظم

حلم و وقار و نرمی، خوش خوئی مہربانی
پیغمبری کی اس میں تھی یہ کھلی نشانی

اکبر حسین اکبر الہ آبادی

(۱۸۴۶ء-۱۹۲۱ء)

(کلیاتِ اکبر)

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ یہ نور ہدایت کیا کہنا
جبریل بھی ہیں شیدا ان کے یہ شان نبوّت کیا کہنا
وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی اور محفل دیں پُرنور ہوئی
یہ مہر ہدیٰ سبحان اللہ یہ صبح سعادت کیا کہنا
جس دل میں ہو پرتوِ کرسی و عرش اس دل کی بلندی صلِّ علیٰ
جس سینے میں قرآں اترا ہو اس سینے کی عظمت کیا کہنا
تسبیح سے دنیا گونج اٹھی تکبیر کا غل تا عرش گیا
تاثیرِ ہدایت صلِّ علیٰ یہ جوش عبادت کیا کہنا
نغمہ ہے ترا دل کش اکبرؔ مضموں ہے ترا پاکیزہ تر
بلبل کے ترانے صلِّ علیٰ پھولوں کی لطافت کیا کہنا

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں　　خیالِ کفر کی ظلمت پہ اِک بجلی گراتا ہوں
شب اوہام ہے شمع یقیں محفل میں لاتا ہوں　　چراغِ طورِ ایمن کوہِ معنی پر جلاتا ہوں
الٰہی شوخیٔ برق تجلّی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن بیانم را
محمد پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں　　معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرم ہیں
فروغ محفلِ ہستی میں نورِ عرشِ اعظم ہیں　　حبیبِ حق میں ممدوحِ ملک ہیں فخرِ آدم ہیں
اُنہیں کے رنگ سے رنگِ گل ہستی کی زینت ہے
اُنہیں کی بُو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے
انہیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر　　انہیں کی طبع کو وجد آ گیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشم خدا بیں محو تھی اندازِ فطرت پر　　انہیں کا ناز غالب آ گیا تھا نازِ فطرت پر
وقائع اُن کے عزم و فکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیل مقصد کو نکلتے تھے
وہ نظریں ساقیٔ میخانہ یزدانِ پرستی تھیں　　وہ آنکھیں مظہرِ انوار رازِ بزم ہستی تھیں
انہیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں　　اسی محفل کی بحثیں خلد کے پھولوں میں بستی تھیں
اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبع انساں کا
اِسی دربار نے خلعت پنہایا نورِ ایماں کا

ذکرِ رسول ﷺ پاک ہے فخر زبان اِنس و جن　　روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولۂ دل جواں قوتِ خاطر من　　سنئے اگر بہ گوش ہوش وردِ ملک ہے رات دن

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

خضرِ رکوع ہے یہی شوقِ سجود اِسی سے ہے　　حالتِ ذوق و وجد کا دل میں درود اسی سے ہے
دینِ خدائے پاک کی شان و نمود اسی سے ہے　　منبع خیر ہے یہی ہمت جود اسی سے ہے

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر　　ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما اُبھار کر　　اکبؔر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

شافع عاصیاں ہیں وہ تائبوں کے کفیل ہیں　　فیض رسانِ خلق ہیں حامیٔ بے عدیل ہیں
شکل میں وہ جمیل ہیں شان میں وہ خلیل ہیں　　منظرِ نورِ حق ہیں وہ مہبطِ جبرئیل ہیں

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

سینۂ بُت ہے اُن سے شق کفر کے دل میں تیر ہیں　　حکم خدا کے ہیں مطیع دین کے دستگیر ہیں
راحت جان و روح ہیں روشنی ضمیر ہیں　　خلق ہے اُن سے مستفید ہادیٔ بے نظیر ہیں

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

حالت ملک وقوم پر ہوں شب و روز بیقرار　　دین سے دل کو پھیر دیں ایسے سبب ہیں بے شمار
مرکزِ طبع کیا بنے جس سے ہو کم یہ انتشار　　آئی صدا فلک سے یہ پڑھ تو اسی کو بار بار

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

رہنے دے آسماں اگر تجھ سے ہے برسرِ جفا　　ہو نہ ملول تجھ سے ہے دولت و جاہ اگر خفا
مسلک مستند یہ ہے چھوڑ نہ تو رہِ صفا　　نسخۂ حفظِ دیں یہ ہے ہے یہی ٹھیک فلسفا

صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

مولانا احمد رضا خاں

(۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)

سلام- حدائقِ بخشش

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گُلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب ونزہت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ
ظلّہ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباریٔ مژگاں پہ برسے درود
سِلک دُرِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام

معنیٔ قد رأیٰ مقصد ماطغیٰ
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دَم میں دَم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

اُن کے خد کی سہولت پہ بے حد درود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

دوش بردوش ہے جن سے شانِ شرَف — ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل — یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینہ علم پشتِ حضور — پشتیِ قصرِ ملّت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا — موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دوعالم کی پروا نہیں — ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین وایماں کے دونوں ستوں — ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہرخط میں ہے موجِ نورِکرم — اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں — انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال — ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود — شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں — غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

کُل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی — اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیاء تہہ کریں زانو ان کے حضور — زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا — بندۂ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام

میرے استاد ماں باپ بھائی بہن — اہلِ ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہواور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

علی محمد شاد عظیم آبادی

(۱۸۴۶ء-۱۹۲۷ء)

(کلیاتِ شاد)

اے مظہرِ شانِ خدا اپنے تو ایماں آپ ہیں
سردار خیل انبیاء اپنے تو ایماں آپ ہیں

اے خسروِ والا حسب، اے سیّدِ عالی نسب
اے مالک شاہ و گدا اپنے تو ایماں آپ ہیں

کیوں جاؤں کعبے کی طرف کیا کم ہے حاصل یہ شرف
اے قبلۂ اصلِ صفا اپنے تو ایماں آپ ہیں

موسیٰ کے بھی قائل ہیں ہم، عیسیٰ کا بھی بھرتے ہیں دم
حق حق یہ ہے لیکن شہا اپنے تو ایماں آپ ہیں

اے سرورِ اُمّی لقب، اے مایۂ نازِ عرب
اے منبعِ فیض و عطا اپنے تو ایماں آپ ہیں

موسیٰ کلیم اللہ ہیں، عیسیٰ بھی روح اللہ ہیں
یہ سچ ہے لیکن ہم کو کیا اپنے تو ایماں آپ ہیں

کیوں دم اسیروں کا بھروں، کیوں خواہش دنیا کروں
اے مخزنِ جود و عطا اپنے تو ایماں آپ ہیں

ہے شاؔد غم میں مبتلا، کس سے کہے یہ ماجرا
اے خلق کے حاجت روا، اپنے تو ایماں آپ ہیں

نظم طباطبائی

(۱۸۵۳۔۱۹۳۳ء)

ظہور اس کا جو آخر میں ہوا اس سے یہ ظاہر ہے
کہ ذات اس کی ہے ایجاد جہاں کی علت غائی
یہ اس سید کے ختم المرسلیں ہونے سے ثابت ہے
کہ یہ قربت رسولان سلف نے بھی نہیں پائی
کسی کا عرش پر نعلین کو پہنے ہوئے جانا
کسی کو جلوہ گاہ طور میں وہ برہنہ پائی
سنی تھی اک صدا موسیٰ نے وادی مقدس میں
یہ گزرے جس طرف سے ان کو آواز درود آئی
بنا سجدہ گہ کرو بیاں نقش قدم تیرا
زمیں کعبے کے نیچے جب ید قدرت نے پھیلائی
اس آئینہ میں تیرے نور کے پَر تو سے نور آیا
نہ تھی مہر مبیں میں کچھ درخشانی درخشائی
وہ نسبت ارتفاع قدر سے تیرے ہے گردوں کو
کہ اک پلہ میں ہو کوہ گراں اور ایک میں رائی
یہ کس رستے سے تو اے رہنما ہوتا ہوا آیا
ہزاروں ہی برس عالم کو تو نے راہ دکھلائی
نہ ہوتے معجزے بھی گر تو کیا شک تھا رسالت میں
شریعت تیری ہے فطری نبوت تیری آبائی
ترا اعجاز قرآن مبیں ہے سامنے جس کے
فصیحان عرب سے آج تک ہے سلب گویائی

عزیز لکھنوی

(۱۸۸۲ـ۱۹۳۵ء)

وہ عقد کشائے آفرینش　　سلطان خرد رئیس دانش
وہ سرورِ سروران محمد　　سرخیل پیمبران محمد ﷺ
وہ حاکم کشور کفایت　　وہ گوہر معدن رسالت
وہ نور نگاہ آفرینش　　وہ پشت و پناہ آفرینش
وہ صاحب منبر و افلاک　　زیبا ہے جسے خطاب لولاک
داعی و مقدر و مذکر　　امی و مزمل و مدثر
ظاہر میں تو ختم مرسلیں ہے　　پر نقطۂ خطِّ اولیں ہے

اصغر حسین اصغر گونڈوی

(۱۸۸۴ء-۱۹۳۶ء)

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود
جز ایں کہ لطفِ خلشہائے نالۂ بے سود

مگر یہ لطف بھی ہے کچھ حجاب کے دم سے
جو اٹھ گیا کہیں پردہ تو پھر زیاں ہے نہ سود

بلائے عشق نہ یوں کائنات عالم کو
یہ ذرّے دے نہ اٹھیں سب شرارۂ مقصود

کہو یہ عشق سے چھیڑے تو سازِ ہستی کو
ہر ایک پردہ میں ہے نغمۂ ''ہوالموجود''

یہ کون سامنے ہے؟ صاف کہہ نہیں سکتے
بڑے غضب کی ہے نیرنگی طلسم نمود

اگر خموش رہوں میں، تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا، تو ترا حسن ہو گیا محدود

جو عرض ہے، اسے اشعار کیوں مرے کہئے
اچھل رہے ہیں جگر پارہ ہائے خوں آلود

نہ میرے ذوق طلب کو ہے مدّعا سے غرض
نہ گام شوق کو پروائے منزلِ مقصود

مرا وجود ہی خود انقیاد طاعت ہے
کہ ریشہ ریشہ میں ساری ہے اک جبین سجود

مقام جہل کو پایا نہ علم و عرفاں نے
میں بے خبر ہوں باندازۂ فریب شہود

جو اڑ کے شوق میں یوں محو آفتاب ہوا
عجب بلا تھا یہ شبنم کا قطرۂ بے بود

چلوں میں جانِ حزیں کو نثار کر ڈالوں
ندیں جو اہل شریعت جبیں کو اِذن سجود

وہ راز خلقتِ ہستی، وہ معنی کونین
وہ جان حسن ازل، وہ بہار صبح وجود

وہ آفتاب حرم، نازنین کنج حرا
وہ دل کا نور، وہ ارباب درد کا مقصود

وہ سرورِ دوجہاں، وہ محمد عربی
بہ روح اعظم و پاکش درود نا محدود

ضیائے حسن کا ادنیٰ سا یہ کرشمہ ہے
چمک گئی ہے شبستانِ غیب و بزم شہود

نگاہِ ناز میں پنہاں ہیں نکتہ ہائے فنا
چھپا ہے خنجر ابرو میں رمز ''لاموجود''

وہ مست شاہدِ رعنا، نگاہِ سحر طراز — وہ جام نیم شبی نرگس خمار آلود
کچھ اس ادا سے مرا اس نے مدعا پوچھا — ڈھلک پڑا مری آنکھوں سے گوہر مقصود
ذرا خبر نہ رہی ہوش و عقل و ایماں کی — یہ شعر پڑھ کے وہیں ڈال دی جبینِ سجود

''چو خاک شدن بازیاں بود یا سود
بہ نقد خاک شوم بنگرم چہ خواہد بود''

رومی

نعت

دل نثارِ مصطفیٰ جاں پائمالِ مصطفیٰ ﷺ
یہ اویسِ مصطفیٰ ہے وہ بلالِ مصطفیٰ ﷺ

دونوں عالم تھے مرے حرفِ دعا میں غرق ومحو
میں خدا سے کر رہا تھا جب سوالِ مصطفیٰ ﷺ

سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبستانِ حرا
نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰ ﷺ

عالمِ ناسوت میں اور عالمِ لاہوت میں
کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمال مصطفیٰ ﷺ

عظمت تنزیہہ دیکھی شوکتِ تشبیہ بھی
ایک حالِ مصطفیٰ ہے ایک قالِ مصطفیٰ ﷺ

دیکھئے کیا حال کہ ڈالے شبِ یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبحِ جمال مصطفیٰ ﷺ

ذرّہ ذرّہ عالمِ ہستی کا روشن ہوگیا
اللہ اللہ شوکت و شان جمال مصطفیٰ ﷺ

سراج الدین بیدمؔ شاہ وارثی

(۱۸۷۶ء-۱۹۳۶ء)

(کلامِ بیدمؔ)

بہارِ گلشنِ کونین ہو ابرِ سخا تم ہو
فزائے فرش ہو زینت دہِ عرشِ علیٰ تم ہو

بس اب اس کے سوا کیا کہہ سکوں شانِ خدا تم ہو
لگا ہے ڈر شریعت کا نہیں کہہ دوں کہ کیا تم ہو

لگاؤ پار کشتی پھنس گئی گرداب عصیاں میں
کہ شاہانہ خدائے کشتیٔ روزِ جزا تم ہو

خدا نے جسم اطہر نور کے سانچے میں ڈھالا ہے
سراپا نور یا شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ تم ہو

مسیحا بھی اگر آئیں تو کب ہوگی شفا مجھ کو
دیا ہے درد وہ اللہ نے جس کی دوا تم ہو

کوئی بندہ تمہیں یا مصطفیٰ ﷺ کوئی خدا سمجھا
بتاؤں میں کسے جو میں نے جانا ہے کہ تم کیا ہو

حرم کیا دہر کیا دل کیا زمین و آسماں کیسے
مری جاں جلوہ فرما کون ہے اور جا بجا تم ہو

صبا اس تک اگر تیری رسائی ہو تو کہہ دینا
خبر لیتے نہیں دل لے کے اچھے دلربا تم ہو

بھلا کس طرح کھینچی آپ کی تصویر یا حضرت
کہ جب مشہور ہے عکسِ جمالِ کبریا تم ہو

تو پھر کیوں غم کرے یہ امت عاصی قیامت کا
کہ جب روزِ ازل سے شافعِ روزِ جزا تم ہو

دلِ بیدمؔ پہ بدلی حسرت و حرماں کی چھائی ہے
گھٹا دو یا محمد ﷺ مصطفیٰ ابرِ سخا تم ہو

اے ختم رسل سید ابرار محمد ﷺ
یٰسین لقب احمد مختار محمد ﷺ

مجھ کو بھی دکھا دیجئے اب چاند سا مکھڑا
مدت سے ہوں میں طالبِ دیدار محمد ﷺ

دریائے غمِ ہجر سے مجھ خستہ جگر کو
کر دیجئے اب بہر خدا پار محمد ﷺ

جب وقت نزع ہو تو تمنا ہے کہ لب پر
ہو کلمۂ توحید کا اقرار محمد ﷺ

کیا عرض کرے اے مرے سرکار کہ تم پر
حالِ دلِ بیدؔم ہے سب اظہار محمد ﷺ

محمد اقبالؔ

(۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء)

(متروک نظم فریادِ امت)

(کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال)

"المدد سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

لاکھ سامان ہے اک بے سر و ساماں ہونا
مجھ کو جمعیت خاطر ہے پریشاں ہونا

تیری الفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

دل جو برباد محبت ہوا، آباد ہوا
سازِ تعمیر تھا اس قصر کو ویراں ہونا

علم و حکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو
لطف دے جاتا ہے کیا کیا مجھے ناداں ہونا

کبھی یثرب میں اویسِ قرنی سے چھپنا
کبھی برقِ نگہِ موسیِ عمراں ہونا

قاب قوسین بھی، دعویٰ بھی عبودیّت کا
کبھی چلمن کو اٹھانا، کبھی پنہاں ہونا

لطف دیتا ہے مجھے مٹ کے تری الفت میں
ہمہ تن شوقِ ہوائے عربستاں ہونا

یہی اسلام ہے میرا، یہی ایماں میرا
تیرے نظّارۂ رخسار سے حیراں ہونا

خندۂ صبحِ تمنائے براہیم استی
چہرہ پرواز بحیرت کدۂ میم استی

حشر میں ابر شفاعت کا گہربار آیا
دیکھ اے جنسِ عمل تیرا خریدار آیا

پیرہن عشق کا جب حسنِ ازل نے پہنا
بن کے یثرب میں وہ آپ اپنا خریدار آیا

اے کہ تھا نوح کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا

اے کہ مشعل تھا ترا ظلمتِ عالم میں وجود
اور نورِ نگہِ عرش تھا سایا تیرا

اے کہ پرتو ہے ترے ہاتھ کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کے اشارا تیرا

گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنیِ ''لولاک'' سے پایا تیرا

ناز تھا حضرت موسیٰ کو یدِ بیضا پر
سو تجلی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا

چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ ''کن'' میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

مجھ کو انکار نہیں آمدِ مہدی سے مگر
غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا

کیا کہوں امتِ مرحوم کی حالت کیا ہے
جس سے برباد ہوئے ہم وہ مصیبت کیا ہے

قوم کو جس سے شفا ہو وہ دوا کون سی ہے
یہ چمن جس سے ہرا ہو وہ صبا کون سی ہے

جس کی تاثیر سے ہو عزتِ دین و دنیا
ہائے اے شافعِ محشر وہ دعا کون سی ہے

جس کی تاثیر سے یک جان ہو امّت ساری
ہاں بتا دے ہمیں وہ طرزِ وفا کون سی ہے

جس کے ہر قطرے میں تاثیر ہو یک رنگی کی
ہاں بتا دے وہ مئے ہوش رُبا کون سی ہے

قافلہ جس سے رواں ہو سوئے منزل اپنا
ناقہ وہ کیا ہے، وہ آوازِ درا کون سی ہے

اپنی فریاد میں تاثیر نہیں ہے باقی
جس سے دل قوم کا پگھلے وہ صدا کون سی ہے

سب کو دولت کا بھروسا ہے زمانے میں مگر
اپنی امید یہاں تیرے سوا کون سی ہے

اپنی کھیتی ہے اجڑ جانے کو اے ابرِ کرم
تجھ کو جو کھینچ کے لائے وہ ہوا کون سی ہے

ہے نہاں جن کی گدائی میں امیری سب کی
آج دنیا میں وہ بزمِ فقرا کون سی ہے

تیرے قرباں کہ دکھا دی ہے یہ محفل تو نے
میں نے پوچھا جو اخوّت کی بِنا کون سی ہے

راہ اس محفلِ رنگیں کی دکھا دے سب کو
اور اس بزم کا دیوانہ بنا دے سب کو

بالِ جبریل

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں، تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمالِ بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو، میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے، دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب
تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے

جلیل حسن جلیلؔ مانک پوری

(۱۸۶۶ء-۱۹۴۶ء)

الٰہی عشق دے اس کا، مدینہ کا جو سلطاں ہے محمد نام ہے، تاج رسل ہے، شاہِ خوباں ہے
محمد قبلۂ ہر دو جہاں ہے، کعبۂ جاں ہے انیس بیکساں ہے، چارہ ساز دردمنداں ہے
زہے تقدیر امت کی کہ وہ پیارا نبی ﷺ پایا یتیموں کا جو وارث ہے، جو ملجائے غریباں ہے
عجب تاثیر ہے، صلِّ علیٰ نام محمد ﷺ میں غذائے روحِ انساں ہے، دوائے دردِ عصیاں ہے
سواری دیکھ کر شہ کی یہ کہتے تھے فرشتے بھی یہی فخر دو عالم ہے، یہی محبوب یزداں ہے
وہ خاصانِ خدا جن کو ملا رتبہ رسالت کا سب اخوان محمد ہیں، محمد فخر اخواں ہے

(۲)

حوریں کہتی ہیں ہم اس حسن پہ قرباں ہوں گے جامہ زیبی پہ تری چاک گریباں ہوں گے
جتنے جلوے ہیں نہاں آج نمایاں ہوں گے صدقے ہر جلوہ، پر دیدار کے ارماں ہوں گے
خوب نظارۂ رخسارۂ تاباں ہوں گے دیکھنے والے یہ کہہ کہہ کے ثنا خواں ہوں گے

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

نظر آتی ہیں نئی چرخ کہن کی صورت خلد آراستہ ہے آج دلہن کی صورت
غنچے غنچے میں چمک در عدن کی صورت قابل سیر ہے اب سرو چمن کی صورت
دل مشتاق شگفتہ ہے چمن کی صورت کہتے ہیں دیکھ کے سب شاہ زمن کی صورت

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اختر خاں اختر شیرانی

(۱۹۰۵ء-۱۹۴۸ء)

(کلیاتِ اختر شیرانی)

مسند نشین عالم امکاں تمہیں تو ہو
اس انجمن کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو

دنیائے ہست و بود کی زینت تمہیں تو ہو
اس باغ کی بہار کے ساماں تمہیں تو ہو

روشن ہے جس کی ضو سے شبستانِ زندگی
وہ ماہِ پنج ماہِ شبستاں تمہیں تو ہو

دنیا کی آرزو میں فنا آشنا ہیں سب
جو روحِ زندگی ہے وہ ارماں تمہیں تو ہو

صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ہے جس کا نور
وہ جلوہ زار حسن درخشاں تمہیں تو ہو

تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو

دارائے چرخ ودَورِ زمیں جس کے ہیں غلام
وہ نازِ دہر و نازش دوراں تمہیں تو ہو

شادابیِ صنوبر و نسریں تمہیں سے ہے
بوئے گل و بہارِ گلستاں تمہیں تو ہو

دنیا و آخرت کا سہارا تمہاری ذات
دونوں جہاں کے والی وسلطاں تمہیں تو ہو

اختر کو بے نوائی دنیا کی فکر کیا
ساماں طراز بے سرو ساماں تمہیں تو ہو

سرکارِ مدینہ! مختارِ مدینہ
دیکھو کبھی جا کر دربارِ مدینہ
یثرب کے نظارے گلزارِ مدینہ

سرکارِ مدینہ
بستی ہے نظر میں

وہ چاندنی راتیں شاداب کھجوریں
یا شرم و حیا سے سمٹی ہوئی حوریں
زلفوں کو سنوارے سرشارِ مدینہ

سرکارِ مدینہ
وحشت ہے نظر میں

اورغم کے اثر سے روتی ہوئی آنکھیں
حسرت کی فضا میں کھوئی ہوئی آنکھیں
کیوں دل نہ پکارے دلدار مدینہ

سرکارِ مدینہ
ہے درد جگر میں

اور دل بھی ہے بسمل بے تاب ہے جاں بھی
آنکھوں میں ہیں آنسو اور لب پہ فغاں بھی

غم کے ہیں اشارے غمخوارِ مدینہ
سرکارِ مدینہ
یثرب کے نگر میں
بلواؤ خدارا تنگ آئے ہیں غم سے
روتے ہیں شب وروز فرقت کے ستم سے
ہم درد کے مارے بیمارِ مدینہ
سرکارِ مدینہ

اگر اے نسیم سحر ترا ہو گذر دیار حجاز میں
مری چشم تر کا سلام کہنا حضور بندہ نواز میں
تمہیں حدِّ عقل نہ پاسکی، فقط اتنا حال بتاسکی
کہ تم ایک جلوۂ راز تھے جو عیاں تھا رنگ حجاز میں
عجب اک سرور سا چھا گیا، مری روح ودل میں سما گیا
ترا نام ناز سے آ گیا مرے لب پہ جب بھی نماز کا
نہ جہاں میں راحت جاں ملی نہ متاعِ امن واماں ملی
جو دوائے دردِ نہاں ملی تو ملی بہشتِ حجاز میں
کہ وہ نذر نغمۂ جاں فزا میں کہاں سے اخترؔ غم نوا
کہ سوائے نالۂ غم نہیں مرے دل کے غم زدہ ساز میں

اقبال سہیل

(۱۸۸۶ء-۱۹۵۵ء)

کرے تار شعاعی لاکھ اپنی سعیٔ امکانی
رفو ہوتا نہیں اب صبح کا چاک گریبانی

وہی سمجھیں گے جو واقف ہیں اسرار محبت سے
کہ یکساں جاں گسل ہے ذوقِ وصل و دردِ ہجرانی

ابھی تک کہہ رہا ہے ذرّہ ذرّہ دشت ایمن کا
قیامت ہے قیامت جلوۂ جاناں کی عریانی

اِدھر دوشیزہ کرنوں کا نکلنا سمت مشرق سے
اُدھر بزمِ جہاں سے رخصت شمعِ شبستانی

اِدھر صبح گریباں چاک کا راہ عدم لینا
اُدھر خورشید عالم تاب کا آغاز رخشانی

کبھی پھولوں کی جھرمٹ میں شعاعوں کی نظر بازی
کبھی خود جلوۂ خور سے گلوں کی چاک دامانی

کہیں دوش صبا پر رقص کرنا نکہت گل کا
کہیں شاخ نشیمن پر عنادل کی حدی خوانی

اِدھر غنچوں کے لب پر وردِ یا فتاح جاری ہے
اُدھر محوِ امامت ہے قطارِ سرو بستانی

اِدھر سبزے کا جاگ اٹھنا خمار خواب نوشیں سے
اُدھر بادِ سحر سے زلف سنبل کی پریشانی

کہیں قبل از صبوحی میکشوں کی مشقِ خمیازہ
کہیں بعد از نوافل زاہداں کی سبحہ گردانی

صبا کے گدگدانے سے ادھر کلیوں کا ہنس دینا
اُدھر شبنم سے پھولوں کی عرق آلودہ پیشانی

اِدھر شبنم کی ہستی کا فنا فی النور ہو جانا
ادھر گل کا صبا سے ادّعائے پاک دامانی

بجا ہے صبحدم گر چشم نرگس ہے خمار آگیں
چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگہبانی

رگِ گل نے بچھا رکھا ہے ہر سو دام نظارہ
عبث ہے گر کرے مرغ نگہ سعیٔ پر افشانی

یہ صبح وشام ہی کیا چشم عبرت ہیں اگر وا ہو
تو اک درس بصیرت ہے سراپا بزم امکانی

چمن پیرائے کن صدقے تری نیرنگ سازی کے
لب ہر غنچہ پر ہے ''کل یوم ہو فی شان''

وہ تابستاں کے بعد ابر سیہ کا جوش تر دستی
وہ آغازِ بہار اور رخصتِ فصل زمستانی

کسی کے خندۂ دنداں نما کا کھنچ گیا نقشہ
لب گل برگ پر شبنم نے کی جب گوہر افشانی

بہار آئی، ہوئی آراستہ پھر بزمِ امکانی
ہوا گلزار عالم پھر جوابِ باغِ رضوانی

تمنّاؤں کا حشر اُٹھا ہے پھر ویرانۂ دل میں
جنوں نے دل کو دی پھر دعوتِ شوریدہ سامانی

چمن میں جس طرف دیکھو نظر بازوں کا جھرمٹ ہے
الٰہی کوچۂ قاتل ہے یا صحن گلستانی

چمن کا جلوۂ رنگیں ہے یا اک شعر فطرت ہے
کہ جس پر ذوق فطرت خود ہے محوِ آفریں خوانی

جبینِ صبح پر قشقہ ہے یا خطِّ شعاعی ہیں
ایاغ لالہ میں شبنم ہے یا صہبائے ریحانی

نگاہیں جذب کر لی ہیں بہار عارض گل نے
رگ گِل کی حقیقت آج ہم نے جا کے پہچانی

نہ جانے حسن ہے یا عشق اتنا جانتے ہیں ہم
ہمیں کھینچے لئے جاتا ہے کوئی جذب پنہائی

کمالِ عاشقی ہے آپ مرنا اپنے جلوؤں پر
مرے مذہب میں خود بینی کو کہتے ہیں خدادانی

خود اپنی شکل دیکھی پردۂ برق تجلی میں
تعجب کیا اگر تھی دیدۂ موسیٰ کو حیرانی

کہاں کا دشت ایمن، طور کیا، برق تجلی کیا
یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفیٰ کی پرتو افشانی

محمد وہ کتابِ کون کا طغرائے پیشانی
محمد وہ حریم قدس کا شمع شبستانی

محمد یعنی وہ حرفِ نخستیں کلک فطرت کا
محمد یعنی وہ امضائے توقیعات ربّانی

وہ فاتح جس کا پرچم اطلس زنگاریٔ گردوں
وہ اُمّی جس کے آگے عقل کل طفل دبستانی

وہ رابط عقل و مذہب کو کیا شیر و شکر جس نے
وہ فارق، زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی

وہ ناطق جس کے آگے مہر بر لب بلبل سدرہ
وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد نطق ربّانی

وہ حاذق جس کا تنہا نسخۂ تنزیل فرقانی
درائے جملہ علّت ہائے اخلاقی و روحانی

وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے
غبارِ مسکنت ہو، یا وقار تاج سلطانی

وہ بادل، سن کے جس کے ابر رحمت کی گہرباری
فضائے آسماں ہے شکوہ سنج تنگ دامانی

وہ جامع، جس نے یکجا کر دیئے بکھرے ہوئے دانے
مٹا دی آ کے جس نے باہمی تفریق انسانی

وہ درس آموزِ فطرت جس نے سب سے پہلے دنیا میں
بتائے اہل عالم کو حقوق جنس نسوانی

اٹھا دی خودکشی کی بزدلانہ رسم دنیا سے
سکھایا مشہد توحید پر آئینِ قربانی

وہ گنجور معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکات فلسفی، اسرار نفسی، رازِ عمرانی

وہ شاہِ بوریا مسند سکھایا جس نے دنیا کو
یہ انداز جہانگیری، یہ آئین جہاں بانی

وہ کشّاف سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں
علوم اوّلیں و آخریں کا گنج پنہانی

وہ نسّاخِ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل
فروغِ کیشِ زردشتی، شکوہِ دینِ نصرانی

وہ مقصود دوعالم مستغاثِ قاضی و دانی
کیا جس نے مکمل نسخۂ اخلاق انسانی

وہ سلطان الامم، فخر دوعالم برزخ کبریٰ
رسالت جس کی تصدیقی، جلالت، جس کی اذعانی

مبشر جس کی بعثت کا ظہور عیسیٰؑ مریم
مصدق جس کی عظمت کا لب موسیٰ عمرانی

تراشہ جس کے ناخن کا ہلالِ آسماں اوّل
غسالہ جس کے تلووں کا زلالِ آبِ حیوانی

تعالیٰ اللہ ذاتِ مصطفیٰ کا حسن لاثانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصاف امکانی

دعائے یونسی، خلق خلیلی، صبر ایوبی
جلالِ موسوی، زہد مسیحی، حسن کنعانی

نہیں مہر درخشاں اس کے فیضِ جبہ سائی سے
چمک اٹھا ہے چرخ چار میں کا داغ پیشانی

خدا جانے خود اس سرکار کا کیا مرتبہ ہوگا
غلام بارگہہ جس کے کہیں "ما اعظم شانی"

تعالیٰ اللہ چہ می زیبد بہ فرقش تاج سلطانی
کہ مورِ درگہش رامی رسد ناز سلیمانی

شہنشاہ سریر قاب قوسین احمد مرسل
شب اسریٰ میں جس کا فرش رہ تھا کاخ کیوانی

وہ جسمِ پاک خود سرتا قدم پیکر تھا نورانی
تو پھر معراج میں کیا بحثِ روحانی وجسمانی

رجب کی بست و ہفتم بارہواں سال نبوت کا
کہ بخشا خلوت آرائے ازل نے فخر مہمانی

حریم ام ہانی میں حضور آرام فرما تھے
در دولت پہ قدسی و ملک تھے محو دربانی

وہ چشم نرگسیں تھیں بند، لیکن چشم دل وا تھی
سرہانے طالعِ بیدار کرتا تھا مگس رانی

ادب سے آکے جبریل امیں نے یہ گزارش کی
کریں سرکار بزم نور تک تشریف ارزانی

سنی روح القدس سے جب طلب بزم حضوری کی
اٹھے اور دی براق پاک پر داد سبک رانی

حرم سے چل کے اوّل منزل اقصیٰ میں منزل کی
وہاں سے جلوہ ہائے قدس تک جانے کی پھر ٹھانی

براق برق پیکر لے چلا یوں ذات انور کو
فضا میں تیر جائے جس طرح بجلی کی تابانی

حضور اس طرح گذرے گنبد مینائے گردوں سے
نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے بہ آسانی

ملائک اور رسل صف بستہ استقبال کو آئے
اٹھا افلاک میں ہر سمت شور تہنیت خوانی

سر رہ ہر قدم پر ذوقِ نظارہ کی تسکیں کو
حقائق کا تراکم تھا، مناظر کی فراوانی

کھلی آنکھوں سے دیکھا محرمِ سرّ حقیقت نے
جزائے محسن وقانت، سزائے مذنب و جانی

نظر سے عالم ناسوت کے سارے حجاب اٹھے
برائی العین کی سیر بہارستانِ رضوانی

رمیصہ، زوجۂ بوطلحہ کی تقدیر کیا کہنا
کہ خود دیکھا نبی نے ان کو فی روحِ ریحانی

سنی سرکار نے جنت میں آوازِ خرام ان کی
بلال پاک کے طالع کی اللہ رے درخشانی

بڑھے آگے تو وسط ساحت فردوس میں دیکھا
بلند و پرشکوہ و دل کشا ایک قصر لاثانی

وہ نزہت جس کا ہر گوشہ ریاض خلد کا حاصل
وہ رفعت جس کا ہر زینہ حریف کاخ کیوانی

وہ شفاف و شفق گوں رنگ جیسے حل ہو کوثر میں
تباشیر سحر، سیم قمر، یاقوتِ رمانی

چمن میں اشک شبنم کی جگہ درّ نجف غلطاں
روش پر سنگریزوں کے عوض لعل بدخشانی

محاسن کے توازن میں مثال عدل فاروقی
مناظر کے تناسب میں جمال ماہِ کنعانی

قوائم اس کے عزمِ انبیاء کی طرح مستحکم
در و بام اس کے قلب اصفیا کی طرح نورانی

یہ ایواں دیکھتے ہی آپ نے حیرت سے فرمایا
ہے کس کے واسطے یہ اہتمام جلوہ سامانی

فرشتوں نے کہا فاروق کی دولت سرا ہے یہ
یہ قصر اس کا ہے طالب جس کے ہیں مطلوب یزدانی

شہید اور منصب صدیقیت کے اوّلیں وارث
امیر اور مسند ختم الرسل کے جانشیں ثانی

یہاں سے لے چلیں پھر آپ کو موجیں تجلی کی
وہ رفرف ہو کہ انوارِ ازل کا جوشِ فیضانی

جوار عرش میں دیکھا یہاں صدیق اکبر کو
تماشائے جمال لم یزل میں محو حیرانی

سوادِ لامکاں تک رک گیا رفرف کہ اس کو بھی
کہاں اس خلوتِ وحدت میں اذنِ گرم جولانی

کسی نے لے لیا خود بڑھ کے آغوش محبت میں
ہوا ملکِ قدم خلوت سرائے حسن امکانی

ملا خلعت سلامِ بارگاہ بے نیازی کا
نبی ﷺ نے جب تحیات ادب کی نذر گزرانی

یہاں بھی رحمتِ عالم نہ بھولے اپنی امت کو
ہوا ہر بندۂ صالح شریک لطفِ ربّانی

ملا اس فیض کے صدقے میں بہر امت عاصی
نویدِ عفو، فرمانِ کرم، منشور غفرانی

بجز ذات مطہر یہ شرف کس کو ہوا حاصل
بجز صدیق اکبر یہ حقیقت کس نے پہچانی

خرد عاجز، نظر خیرہ، زباں کج مج، بیاں قاصر
زمینِ نعت میں کیا دیجئے دادِ سخن دانی

ظفر علی خاں

(۱۸۷۰ء-۱۹۵۶ء)

فریاد بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب
صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیضیاب

زینت اَزل کی ہے تو ہے رونق اَبد کی تو
دونوں میں جلوہ ریز ہے تیرا ہی رنگ و آب

چوما ہے قدسیوں نے ترے آستانہ کو
تھامی ہے آسمان نے جھک کر تری رکاب

شایاں ہے تجھ کو سرورِ کونین کا لقب
نازاں ہے تجھ پہ رحمتِ دارین کا خطاب

برسا ہے شرق و غرب پر ابرِ کرم ترا
آدم کی نسل پر تیرے احساں ہیں بے حساب

پیدا ہوئی نہ تیری مواخات کی نظیر
لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب

خیرالبشر ہے تو تو ہے خیرالامم وہ قوم
جس کو ہے تیری ذات گرامی سے انتساب

مغرب کی دستبرد سے مشرق ہوا تباہ
ایماں کا خانہ کفر کے ہاتھوں ہوا خراب

صدہا تیرے غلام نصاریٰ کی قید میں
دن زندگی کے کاٹ رہے ہیں بصد عذاب

پھر بھی ہے ان کو لاج تیرے نامِ پاک کی
پروانہ وار جس پہ تصدّق ہیں شیخ و شاب

ہے اُن کے ایک ہاتھ میں سیف ید اِلٰہ
اور دوسرے میں ہے تیری لائی ہوئی کتاب

یوں کفر کے ہجوم پہ گرتے ہیں ٹوٹ کر
شیطاں پر آسماں سے گرے جس طرح شہاب

چہرے پہ زخم کھائے مگر منھ نہ پھر سکا
گلگونہ عذار ہے اندیشۂ عقاب

باور نہ تجھ کو آئے تو ہندوستاں میں آ
اور دیکھ لے اُلٹ کے ملیبار کا نقاب

اے قبلۂ دوعالم واے کعبۂ دو کون
تیری دُعا ہے حضرتِ باری میں مستجاب

یثرب کے سبز پردے سے باہر نکال کر
دونوں دُعا کے ہاتھ بصد کرب و اضطراب

حق سے یہ عرض کر کہ ترے نا سزا غلام
عُقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب

فضل الحسن حسرتؔ موہانی

(۱۸۸۱ء-۱۹۵۱ء)

(کلیاتِ حسرت)

پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہوگئیں جنت کی فضائیں

اے قافلے والو کہیں وہ گنبد خضریٰ
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقش قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل و شمائل یہ عبائیں یہ قبائیں

کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت
حسرتؔ انہیں دیتے ہیں وہ سب دل سے دعائیں

سکندر علی جگر مراد آبادی

(۱۸۹۰ء-۱۹۶۰ء)

(کلیاتِ جگر مراد آبادی)

اک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطانِ مدینہ

دامانِ نظر تنگ و فراوانیِ جلوہ
اے طلعت حق طلعت سلطان مدینہ

اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنتِ سلطانِ مدینہ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ

اک ننگِ غم عشق بھی ہے منتظرِ دید
صدقے ترے اے صورتِ سلطانِ مدینہ

کونین کا غم یادِ خدا اور شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہ

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ

اس امتِ عاصی سے نہ منھ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطانِ مدینہ

کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

نوؔح ناروی

(۱۸۷۸ء-۱۹۶۲ء)

(اعجازِ نوح)

اِسے سودا اُسے سودا محمدﷺ کا محمدﷺ کا
خدا بھی شیفتہ کس کا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

وہ محبوبِ الٰہی ہیں وہ مطلوبِ الٰہی ہیں
کہاں ہمسر کہاں ہمتا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

زمانہ مجھ کو چاہے گا خدائی مجھ کو چاہے گی
کہ میں ہوں چاہنے والا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

ہماری دل میں ہے الفت محمدﷺ کی محمدﷺ کی
ہمارے سر کو ہے سودا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

شب معراج بلوایا فلک پر اپنے پاس ان کو
خدا کو پاس تھا ایسا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

مزا جب ہے کہ اٹھتے بیٹھتے ہر دم سنے جاؤں
کئے جائے کوئی چرچا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

برے ہم ہیں مگر قسمت ہماری سب سے اچھی ہے
وسیلہ مل گیا اچھا محمدﷺ کا محمدﷺ کا

مری دیوانگی پر عقل والے وجد کرتے ہیں
ہوا کس کا مجھے سودا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

ملک پوچھیں گے تو کہہ دوں گا ادنیٰ ایک خادم ہوں
محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

یہ وجہ سربلندی ہے یہ وجہ سرفرازی ہے
اگر سر ہو تو ہو سودا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

زمیں پر بھی فلک پر بھی ادب ملحوظ رکھتے ہیں
بشر کیا کیا ملک کیا کیا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

اسی باعث سے آنکھوں میں نظر کو دی جگہ ہم نے
نظر میں ہے رخِ زیبا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

کوئی غافل ہو لیکن ہم کبھی غافل نہیں ہوتے
تصور ہے تصور تھا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

اگر سمجھو تو اس سے بھی خبر وحدت کی ملتی ہے
خدا کو عشق تھا تنہا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

محمد ﷺ تو محمد ﷺ ہیں خدا رکھے خدا رکھے
مریضِ عشق بھی اچھا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

عنایت اور کچھ ہو یا نہ ہو یارب عنایت ہو
محمد نوحؔ کو سودا محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

ولی الدین صدیقی شفیقؔ جون پوری

(۱۹۰۲ء-۱۹۶۳ء)

نعت

اُجالی رات ہوگی اور میدانِ قُبا ہوگا
زبانِ شوق پر یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ ہوگا

اُترتے ہوں گے رحمت کے فرشتے آسمانوں سے
خدا کا نور ہوگا، روضۂ خیرالوریٰ ہوگا

وہ نخلستانِ مکّہ وہ مدینے کی گزرگاہیں
کہیں نورِ نبی ﷺ ہوگا، کہیں نورِ خدا ہوگا

یلملم سے ہی شورش ہوگی اس کی بے قراری میں
پہن کر جامۂ اِحرام زائر جھومتا ہوگا

نہ پوچھو عاشقوں کا ولولہ جدّے کے ساحل پر
لبوں پر نغمۂ اِن نلت یا ریح الصبا ہوگا

جھکی ہوگی مری گردن گناہوں کی خجالت سے
زباں پر یا رسول اللہ! اُنظر حالنا ہوگا

کچھ اونٹوں کی قطاروں میں انوکھی سادگی ہوگی
حُدی خوانوں سے طیبہ کا بیاباں گونجتا ہوگا

کبھی کوہِ مفرح سے نظارے ہوں گے گنبد کے
کبھی بیرعلی پر عاشقوں کا جمگھٹا ہوگا

شفیقؔ اُس دن نہ پوچھو دردِ الفت کی فراوانی
کہ ہم ہوں گے حجاز پاک کا دارالشفا ہوگا

نظر آتی ہے گلشن میں ہوا ناسازگار اپنی
گُلِ باغِ خلیلی بھیج دے باد بہار اپنی

طریقِ مصطفٰی کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اِسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اعتبار اپنی

ہمیں کرنی ہے شاہنشاہِ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہوگئے تو رحمتِ پروردگار اپنی

بنے گی گرمیِ خورشید خنکی باغِ خلّت کی
وہ جس دم آئیں گے لے کر نسیم خوشگوار اپنی

وہ بیٹھے ہوں اٹھا ہو آستانِ پاک کا پردہ
کہانی در پہ کہتا ہو شفیقِ جاں نثار اپنی

شاہد عزیز روشؔ صدیقی

(وفات ۱۹۷۰ء)

(افسونِ تکلم)

ادب گاہِ محبت آستانِ نعت خوانی ہے
غلاموں کی زباں پر اپنے آقا کی کہانی ہے

یہ فرمایا برے میرے ہیں اور گھر کرلیا دل میں
مرے داتا بھلا ہو، کیا ادائے دل ستانی ہے

فروغ دیدۂ آدم غبارِ کارواں تیرا
ترا نقشِ قدم بنیادِ خلدِ جاودانی ہے

عقیدت کے چراغ اشکوں نے پلکوں پر جلائے ہیں
ترے غم کی لطافت آبروئے شادمانی ہے

گذرتی ہے جو ہم پر وہ گراں ہے تجھ پہ اے آقا
کمالِ دلنوازی انتہائے مہربانی ہے

نہ کیوں ہو بارشِ انوار اس کے ذرّے ذرّے سے
کہ جبریلِ امیں نے تیرے در کی خاک چھانی ہے

اُدھر کانٹے بچھائے جارہے ہیں تیری راہوں میں
اِدھر موجِ کرم ہے اور ہجومِ گل فشانی ہے

صنم کیا ہیں ترے اعجازِ لب سے بول اٹھے پتھر
کہ تصدیقِ رسالت سنگ ریزوں کی زبانی ہے

شہنشاہوں کے سر جھکتے ہیں ان کی بے نیازی سے
یہ اے شاہِ امم تیرے غلاموں کی نشانی ہے

درود اس پر، سلام اس پر، تحیات المدام اس پر
ازل سے تا ابد جس کی دلوں پر حکمرانی ہے

روشؔ ہے حاضر باب النبی ﷺ اور یاد میں سرخم
یہ گویا سب غلامانِ حزیں کی ترجمانی ہے

وہی چشمِ چراغِ زندگی ہے　　کہ جس کو روشنی تجھ سے ملی ہے
وہ ہے زمزم کہ ہو صہبائے کوثر　　عطیہ ہے ترا ساقی تو ہی ہے
ترا ارشاد حسن دین و دنیا　　ترا پیغام روحِ زندگی ہے
محبت بے غرض سب سے محبت　　تری تعلیم کا حاصل یہی ہے
حقیقت ماورائے خیر و شر ہے　　کہ خیر و شر لباسِ آدمی ہے
جہانِ درد جس کی زندگی ہو　　خدا کے روبرو انساں وہی ہے
معافی میں ہے رنگ خلق یزداں　　ترّحم شیوۂ پیغمبری ہے
جسے قابو رہا دست و زباں پر　　امینِ دولتِ ایماں وہی ہے
جسے پاسِ حقوقِ آدمی ہو　　قبولِ حضرت یزداں وہی ہے
نہیں ہے اسود و احمر کی تخصیص　　مکرم ہے وہی جو متقی ہے
جسے آرام کی خو ہو وہ محتاج　　جو ہو دلدادۂ محنت غنی ہے
جسے کہتے ہیں تقدیرِ الٰہی　　وہ تدبیرِ بشر کا نام بھی ہے
خدا کا آسرا ایمان روشن　　توکل خلق پر شرکِ جلی ہے
بہت کھوئے گئے راہ طلب میں　　کمالِ ترک سے منزل ملی ہے
جگایا ہو جسے بیم و رجا نے　　حریم عشق کے قابل وہی ہے
جہاں گل ہو چراغِ خود پرستی　　وہی دراصل صبحِ زندگی ہے
قرارِ جاں ہو ذکر و فکر جس کو　　وہی درد آشنا مردِ ولی ہے
بہرصورت زمیں کی بادشاہی　　عبادِ حق کے قدموں پر جھکی ہے
جسے معروف و منکر کا رہے ہوش　　وہ شایانِ خودی و بے خودی ہے

زمانہ تیرے گن گاتا رہے گا
ترا احسان یاد آتا رہے گا

زندگی کو تا ابد ممنون احساں کردیا تو نے اے خیرالبشر انساں کو انساں کردیا
تشنہ کاموں کو بنایا ساقیِ آبِ حیات دردمندوں کو مسیح و خضرِ دوراں کردیا
وہ قبائل جن میں تھی صدیوں سے باہم دشمنی تو نے ان کو یک دل و یک رنگ و یک جاں کردیا
بن گئے صحرانشیں نقاشِ تہذیبِ بشر ساربانوں کو تمدن کا نگہباں کردیا
ہوگیا برہم طلسم خواجگی و بندگی بازوئے مزدور کو ہمدوشِ سلطاں کردیا
راہزن خضرِ رہِ امن و محبت بن گئے وحشیوں کو پاسبانِ علم و عرفاں کردیا
ابرِ رحمت بن کے یوں برسا ترا اخلق عظیم ریگزاروں کو گلستاں در گلستاں کردیا
جلوہ گر "الدین الیسرا" کی حقیقت ہوگئی سادگی سے تو نے ہر مشکل کو آساں کردیا
آگہی کو مل گیا پیراہنِ حسن و یقیں عشق کو شائستۂ تہذیب و ایماں کردیا
دل جو پتھر کے ملے تھے کردیا ان کو گداز خشک جو آنکھیں تھیں ان کو گوہرافشاں کردیا
جو بچھاتے تھے تری راہوں میں کانٹے روز و شب تو نے ان کی زندگی کو گل بداماں کردیا
لالہ و گل کی قبائیں ان کی وحشت پر نثار جن کو تیری آرزو نے چاک داماں کردیا
جادۂ خدمت کو فرمایا کہ ہے اوجِ بشر خادمانِ خلق کو مخدومِ دوراں کردیا
تیرے قرباں تو نے اے ماوائے ملجائے حیات صبح کو فرشِ رہِ شامِ غریباں کردیا
تھے جو محتاجِ خلائق کردیا ان کو غنی مفلسوں کو غیرت خاقان و سلطاں کردیا
تیرے صدقے تیرا پرتو ہے فروغِ زندگی تیرے قرباں تو نے روشن قلبِ انساں کردیا
تو نے لہرایا فروغ عفو و رحمت کا علَم عدل و احساں کو نشان اہل ایماں کردیا

دیدہ و دل منزلِ الفقر فخری بن گئے　　زندگی کو بے نیاز ساز و ساماں کردیا
صدق کو تو نے بنایا صبح صادق کا امیں　　عدل سے تاریکیِ شب میں چراغاں کردیا
پاکی و عفت ردائے بنتِ آدم بن گئی　　حسنِ تقویٰ کو لباسِ اہلِ ایماں کردیا
تاجِ کرّمنا بنی آدم ترا فیضان ہے　　تو نے روشن کوکبِ تقدیرِ انساں کردیا

مختصر یہ ہے کہ اے جانِ ضمیرِ کائنات
تیرے فیضِ عام نے انساں کو انساں کردیا

بہزادؔ لکھنوی

(۱۹۰۰ء-۱۹۷۴ء)

سلامٌ علیٰ تاجدار دوعالم سکون دوعالم، قرار دوعالم
سلامٌ علیٰ باعث زیب کل بہار زمانہ، بہار دوعالم
سلامٌ علیٰ شافع روز محشر کریم زماں غمگسار دوعالم
سلامٌ علیٰ آرزوئے زمانہ حبیب خدا افتخار دوعالم
سلامٌ علیٰ آفتابِ ہدایت مہ آفرینش نگار دوعالم
درود آپ پر اے زمانہ کے مولا شہ عالمیں شہر یار دوعالم
نہ ہوتے اگر آپ دنیا میں پیدا نہ ہوتا کوئی بھی وقار دوعالم
مرے ہاتھ میں تو ہے دامانِ احمد
میں بہزادؔ کیوں ہوں شکارِ دوعالم

(۲)

جب بزم تصور میں سرکار نظر آئے ہم ہوش لٹا کر بھی ہشیار نظر آئے
اے جذب تصور بڑھ اتنا کہ درِ والا اک بار سے کیا ہوگا سو بار نظر آئے
جب قصد کیا میں نے طیبہ کی زیارت کا ہر شے میں محبت کے آثار نظر آئے
ساقیِ مدینہ کا اللہ رے مے خانہ زاہد بھی یہاں ہم کو میخوار نظر آئے
جب نور یقیں لے کر وہ ماہ مبیں آیا جتنے تھے گماں والے بیکار نظر آئے
ابر کرم والا کے چند ہی چھینٹوں سے ویران جو پودے تھے گلزار نظر آئے
بہزادؔ یہ سب نعتِ احمد کا تصدق ہے
آئینہ میرا میرے اشعار نظر آئے

جوشؔ ملیح آبادی

(۱۸۹۴ء-۱۹۸۲ء)

(شمعِ ہدایت)

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

خشکِ عرب کی ریگ سے، لہر اٹھی نیاز کی
قلزمِ نازِ حسن میں، اُف رے تری شناوری

اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی
اے کہ ترا نشانِ پا، نازشِ مہرِ خاوری

اے کہ ترا غبارِ راہ، تابشِ روئے ماہتاب
اے کہ ترے سکوت میں خندۂ بندہ پروری

اے کہ ترے دماغ پر جنبشِ پرتوِ صفا
اے کہ ترے خمیر میں کاوشِ نور گُستری

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے گرمیاں
ڈال دی تو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری

تیرے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں
تیرے حضور سجدہ ریز، چین و عرب کی خودسری

تیرے کرم نے ڈال دی، طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی، رسم و رہِ ستم گری

تیرے سخن سے دب گئے، لاف و گزاف کفر کے
تیرے نفس سے بجھ گئی، آتشِ سحرِ سامری

لحن سے تیرے منتظم، پست و بلندِ کائنات
ساز سے تیرے منضبط، گردشِ چرخِ چنبری

چینِ ستم سے بے خبر تیری، جبینِ دل کشی
حرفِ وفا سے تابناک، تیری بیاضِ دلبری

تیری پیمبری کی یہ، سب سے بڑی دلیل ہے
بخشا گدائے راہ کو، تو نے شکوہِ قیصری

بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر، رشکِ خضر بنا دیا
راہ زنوں کو دی ندا، بن گئے شمعِ رہبری

سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغِ حق رسی
پگھلا ہوا تھا کس قدر، تیرا دلِ پیمبری

چشمہ تیرے بیان کا، غارِ حرا کی خامشی		نغمہ ترے سکوت کا، نعرۂ فتحِ خیبری
زمزمہ تیرے ساز کا، لحنِ بلال حق نوا		صاعقہ تیرے ابر کا، لرزشِ روحِ بوذری
آئینہ تیرے خلق کا، طبعِ حسن کی سادگی		جذبہ ترے عروج کا آلِ عبا کی بوتری
جھلکیاں تیرے ناز کی جنبشِ کاکلِ حسین		رنگ ترے نیاز کا، گردشِ چشمِ جعفری
شان ترے ثبات کی، عزمِ شہید کربلا		شرح ترے جلال کی، ضربتِ دستِ حیدری
رنگ ترے شباب کا، جلوۂ اکبر قتیل		نقش ترے شکیب کا خون گلوئے اصغری
تیرا لباسِ فاخرہ چادر کہنۂ بتول		تیری غذائے خوش مزہ نانِ شعیر حیدری
تجھ پہ نثار، جان و دل، مڑ کے ذرا یہ دیکھ لو		دیکھ رہی ہے کس طرح، ہم کو نگاہِ کافری
تیرے گدائے بے نوا، تیرے حضور آئے ہیں		چہروں پہ رنگِ خستگی، سینوں میں دردِ بے پری
آج ہوائے دہر سے، ان کے سروں پہ خاک ہے		رکھی تھی جن کے فرق پر، تو نے کلاہِ سروری
تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا		تیرے غلام اور کریں، اہلِ جفا کی چاکری
طرفِ کلہ میں جن کے تھے لعل و گہر ٹنکے ہوئے		حیف اب اُن سروں میں ہے، دردِ شکستہ خاطری
جتنی بلندیاں تھیں سب، ہم سے فلک نے چھین لیں		اب نہ وہ تیغِ غزنوی، اب نہ وہ تاجِ اکبری
اٹھ کہ ترے دیار میں، پرچم کفر کھل گیا		دیر نہ کر کہ پڑگئی صحنِ حرم میں ابتری

خیز و دلِ شکستہ را، دولتِ سوز و ساز دہ
مسلم خستہ حال را، رخصتِ ترکتازدہ

محمد حفیظ جالندھری

(۱۹۰۰ء-۱۹۸۲ء)

(شاہ نامۂ اسلام)

ختم المرسلین رحمۃ للعالمین

ولادت باسعادت

طلسمِ کن سے قائم بزم ہست و بود ہوجانا
اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہوجانا

عناصر کا شعور زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا

یہ کیا تھا کس لیے کس کے لیے تھا، مدعا کیا تھا
یوں ہی تھا یا کوئی مقصد تھا آخر ماجرا کیا تھا

وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے راز پنہاں میں
درآیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں

یہ کس کی جستجو میں، مہر عالم تاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا، بے خواب پھرتا تھا

یہ کس کی جستجو میں، چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی، برباد و آوارہ رہی برسوں

یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
پیالے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کرلیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہورہا تھا، ایک ہی امید کی خاطر
یہ پیاری کاہشیں تھیں، ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
یہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کی ذبیح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کی
جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوب میں آیا جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا
کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے
وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماں نے گدائی کی
دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے لب عیسیٰ پہ آئے، وعظ جس کی شانِ رحمت کی

وہ دن آیا کہ پورے ہوگئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کردیے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی
نظر آئی بالآخر معنئ انجیل کی صورت ودیعت ہوگئی انسان کو تکمیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا ہوا بہر بصیرت کحل مازاغ البصر پیدا
ربیع الاول، امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خدا نے ناخدائی کی، خود انسانی سفینے کی کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی جو قسمت کے لئے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی
مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی
نئے سر سے فلک نے آج بخت نوجواں پایا خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگ بہار آیا
ادھر سطح فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے ادھر روئے زمیں پر نقش بنتے تھے سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے جبل لعل و جواہر کو مہیا کرکے بیٹھے تھے
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا ہوئی باران رحمت، ہر شجر کا رنگ رخ نکھرا
ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں کوئی مژدہ تھا جو ہر گوش گل میں کہہ سنائی تھیں
ہنسے جاتے تھے کھلتے جارہے تھے پھول گلشن میں گلے پھولوں سے ملتے جارہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا ——— ادھر شیطان تنہا، اپنی ناکامی پہ روتا تھا
نظر آئیں جو محکم فطرت کامل کی بنیادیں ——— دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں
ستوں مکے میں قائم ہو گئے جب دین بیضا کے ——— گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پر کیف شہنائی ——— ہوئی فوجِ ملائک جمع، زیرِ چرخِ مینائی
ندا آئی دریچے کھول دو، ایوان قدرت کے ——— نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے
یکا یک ہوگئی ساری فضا تمثالِ آئینہ ——— نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ
خدا کی شان رحمت کے فرشتے صف بہ صف اترے ——— پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے
سحابِ نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر ——— ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرش معلٰی سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی ——— ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی!
مبارک باد ہے ان کے لیے جو ظلم سہتے ہیں ——— کہیں جن کو اماں ملتی نہیں، برباد رہتے ہیں
مبارکباد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو ——— اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو آہوں کو
ضعیفوں بے کسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو ——— یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مبارک ہو
مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو ——— مبارک دشتِ غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو ——— زبردستی کی جرأت اب نہ ہو گی خود پرستوں کو
معین وقت آیا، نورِ باطل گھٹ گیا آخر ——— اندھیرا مٹ گیا، ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر!
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا ——— نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے ——— جناب رحمۃ للعالمیں تشریف لے آئے

بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گونج اٹھی زمینوں آسمانوں میں
خموشی دب گئی اللہ اکبر کی اذانوں میں

حریم قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی
مبارک باد بن کر شادیانوں کی صدا گونجی

بہر سو نغمۂ صلِّ علیٰ گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑائی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

سلام

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوع انسانی

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے، زندگی کی لوحِ پیشانی

سلام اے سرِّ وحدت، اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزّت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربّانی

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیرے قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِّ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہوچکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہوجائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

حفیظؔ بے نوا بھی ہے گدائے دامنِ دولت
عقیدت کی جبیں، تیری مروّت سے ہے نورانی

ترا در ہو مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

سلام، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

احسان بن دانشؔ

(۱۹۱۴ء-۱۹۸۲ء)

پیغمبرِ اسلام

یہ تھا دنیا کا عالم، عالمِ اسلام سے پہلے
خدا کے نام سے واقف نہ تھے اس نام سے پہلے
سمجھ سکتا نہ تھا انسان، رازِ زندگانی کو
کوئی ساحل نہ ملتا تھا، جہازِ زندگانی کو
بہ اطمینان مصری تھے نہ شامی تھے نہ یونانی
جدھر دیکھو ستم کیشی، جہاں دیکھو ستم رانی
کہاں تھی عارضِ یورپ پہ یہ سرخی بہاروں کی
خزاں تھی مہتمم، ہندوستاں کے لالہ زاروں کی
سفینہ ڈوبنے والا تھا نیکی کا گناہوں میں
بجائے علم و حکمت، شیطنت تھی درسگاہوں میں
چراغِ روح بادِ گمرہی سے بجھنے والا تھا
بساطِ آب و گل پر دھیما دھیما سا اُجالا تھا
وہ دن نزدیک تھا شمس و قمر بے نور ہو جاتے
صدف کے دل میں تابندہ گہر بے نور ہو جاتے
شبابوں پر عرب کے بتکدوں میں بت پرستی تھی
جبیں حق آشنا سجدوں کی دولت کو ترستی تھی
تمدن کالعدم، تہذیب مردہ، عقل دیوانی
ارادے پست، جھوٹے قول، ٹھنڈی شمع ایمانی
صداقت سرنگوں تھی ظلم و استبداد کے آگے
کوئی چلتی نہ تھی ماں باپ کی اولاد کے آگے
تہی دستوں کو ٹھکرا کر رعونت مسکرائی تھی
شرارت نشے میں تھی خودستائی گل کھلائی تھی
عوام الناس میں دختر کُشی کی رسم جاری تھی
جفا کا دور دورہ تھا ستم کی شہر یاری تھی
بہادر پتھروں کے سامنے سر کو جھکاتے تھے
گرج سے کانپتے تھے بجلیوں سے خوف کھاتے تھے
کوئی تثلیث کا قائل کوئی آتش پرستی کا
کوئی کاہن کا، کوئی راہبانہ چیرہ دستی کا
کوئی نادان تصویروں کے آگے سر جھکاتا تھا
پجاری بن کے ان کی شکتیوں کے گیت گاتا تھا

کسی جا قہر مانی طاقتوں کی تھی پرستاری — نظر میں دور بینی تھی نہ دل میں روح خودداری
حرم میں ہو رہی تھی بت پرستی بے حجابانہ — بنا رکھا تھا بیت اللہ کو یکسر صنم خانہ
ہبل کا کوئی بندہ تھا صفا کا کوئی شیدائی — حضوری میں کوئی عزّیٰ کی کرتا تھا جبیں سائی
مناتی تھا کوئی اور نائلے پر کوئی دیوانہ — کوئی بدبخت لات و بعل کی محفل کا پروانہ
کوئی کرتا تھا سجدہ کالے پیلے اژدہاؤں کو — سمجھتا تھا کوئی معبود، سنگیں دیوتاؤں کو
درندوں کی طرح بپھرے ہوئے چلتے تھے راہوں میں — لہو میں بجلیوں کی چشمکیں شعلے نگاہوں میں
دلوں سے رہزنی کی گھات کے رستے نکلتے تھے — دماغوں میں فجور و فسق کے ارمان پلتے تھے
سمجھتے تھے وہ بیواؤں کی چادر تک کو مال اپنا — مسافر کش تھے اور اس کو بناتے تھے کمال اپنا
سمجھتے تھے مہذب خودستاؤں خود پسندوں کو — غرض یہ ہے، خدا کی راہ ملتی تھی نہ بندوں کو

مگر حد سے بڑھا جب ظلم مزدوروں غلاموں پر
سزائیں برملا ملنے لگیں جب نیک کاموں پر

لبِ افلاک پر اک نالۂ محشر بدوش آیا — ہوئی مقبول نکہت کی دعا رحمت کو جوش آیا
خدا خود ڈوبتے بیڑے پہ آیا ناخدائی کو — محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے مشکل کشائی کو
سرِ بزمِ پریشاں رحمۃ للعالمیں ﷺ آئے — مہ برجِ نبوت یعنی ختم المرسلیں ﷺ آئے
صحیفوں میں تھی جس کی پیش گوئی وہ نبی آیا — پیامِ حق سنانے خاتمِ پیغمبری آیا
بتایا صاف یہ مہر نبوت کی نشانی نے — خبر دی تھی اسی کی ہر کتابِ آسمانی نے
درخشاں تھی اسی کے نور سے آدم کی پیشانی — اسی کی شمع سے روشن تھا حسنِ ماہ کنعانی
اسی کے شوق سے چشمِ کلیم اللہ روشن تھی — اسی کا ایک معمولی سا پرتو برقِ ایمن تھی

دلِ عیسیٰ میں اس کی آرزوئیں التجائیں تھیں
نظر کو حسرتِ دیدار تھی، لب پر دعائیں تھیں

جبیں ایسی کہ جس کو لوحِ عرشِ کبریا کہیے — ضیائے رخ، جسے ٹوٹے دلوں کا آسرا کہیے
نگاہیں وہ کہ جن سے دیدۂ مریم حیا سیکھے — اثر ایسا کہ حسنِ بے وفا رسمِ وفا سیکھے

تجمل وہ کہ تابانی سکھائے چاند تاروں کو تحمل وہ کہ تعلیم سکوں دے برق پاروں کو
جلال ایسا کہ جس سے قیصر و فغفور جھک جائیں فلک کی نبض ڈوبے زلزلوں کے قلب رک جائیں
تکلم وہ تکلم رازِ فطرت کھولنے والا فسونِ سامری کے سر پہ چڑھ کے بولنے والا
وہ طرزِ گفتگو ہر بات سے اک بات پیدا ہے فصاحت جس کی باندی ہے، بلاغت جس کی شیدا ہے
لب ایسے جن پہ کوئی بات جھوٹی آ نہیں سکتی دعا گر کوئی فرمادے تو خالی جا نہیں سکتی
فطانت وہ کہ جس سے مشعلِ ادراک ضو مانگے ذہانت وہ کہ جس سے شمعِ بزمِ طور لو مانگے
زباں وہ جس پہ آ کر قسمتِ تقریر کھل جائے خدا نے دی ہے جو الفاظ کو تاثیر کھل جائے

زمیں نے رنگ بدلا آسمانوں پر شباب آیا
کہ حصے میں خدائی کے خدا کا انتخاب آیا

لگے اسرار کھلنے رفتہ رفتہ قلب فطرت کے جہاں میں چار سو ڈنکے بجے مہر رسالت کے
گلوں نے نذر دی خوشبو کی غنچوں نے دہن کھولے نبوت کی شہادت کے لیے پتھر تلک بولے
خزاں میں کروٹیں لینے لگے جلوے بہاروں کے دلِ شبنم میں عکس آنے لگے زریں ستاروں کے
علم اخلاق کے اٹھے بساطِ شر پسندی سے ہوئے واقف درندے روح کی شیرازہ بندی سے
زمیں نے پھول اگلے، خاک نے ذروں کو چمکایا فلک نے کاسۂ شمس و قمر سے نور برسایا
شرف حاصل ہوا ایسا زمیں کی خستہ حالی کو کہ گردوں کی بلندی نے سراہا پائمالی کو
زمرد سبزۂ بیگانہ بن کر جابجا پھوٹا بیاباں کے جگر سے چشمۂ زریں نوا پھوٹا
ہوا لانے لگی صحراؤں میں پیغامِ شادابی چلا ویرانیوں کی انجمن میں جامِ شادابی
ترنم بن گئے بڑھ کر تبسم آبشاروں کے جگر برفا دیے قدرت نے تپتے کوہساروں کے
ہوئے نازل فرشتے رحمتوں کے آسمانوں سے لبِ ناقوس سل کر لگ گئیں مہریں اذانوں سے

نحیفوں کو سہارا مل گیا الطافِ باری کا
درِ افلاس پر سر جھک گیا سرمایہ داری کا

سرِ فاراں بڑھیں ظلمات میں نوخیز تنویریں ابھر آئیں گئی گزری ہوئی ایماں کی تصویریں

ہوئیں بیوائیں شاداں بے امانوں نے اماں پائی سکوں دل کو ملا، جاں نے نشاطِ جاوداں پائی
یتیموں کا معاون دستگیرِ بے کساں آیا امینوں کا امیں، راحت نوازِ دو جہاں آیا
ارادوں کو تواں بخشی، بلندی دی خیالوں کو طریقے زندگانی کے سکھائے مرنے والوں کو
وفا کی خاک سے مانجھا دلوں کے آبگینوں کو مثالی کر دیا بھٹکے ہوئے صحرا نشینوں کو
دیا حق نے پیامِ راحت و آرام بندوں کو خودی نے خود مآل اپنا دکھایا خود پسندوں کو
بتوں کے دل ہوئے شق نعرۂ اللہ اکبر سے صنم خانوں کی بنیادیں ہلیں صوتِ پیمبر سے
چمک اٹھیں فضائیں پرچمِ توحید لہرایا چلی بادِ موافق بحرِ رحمت جوش میں آیا
یہ کہتے سرکشانِ تند خو دربار میں آئے سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاج یار میں آئے

غلاموں کو دیا اس شان سے پیغامِ آزادی
کہ گردش میں ہے تیرہ سو برس سے جامِ آزادی

کتاب اس پر وہ اتری ہے جسے قرآن کہتے ہیں تمدن کی تدبر کی، وفا کی جان کہتے ہیں
وہ قرآں جس کی ضو سے بزمِ باطن میں اجالا ہے وفا میں سر بلندی، حریت کا بول بالا ہے
جہاں جب تک جہاں ہے عظمتِ قرآن باقی ہے مکمل یادگارِ سیّد ذیشان باقی ہے

جو ہے قرآں کا منکر اس کا ایماں ہو نہیں سکتا
غلامی کا جو حامی ہے مسلماں ہو نہیں سکتا

بصد یقین و بصد اعتماد و دیدہ وری
ہے تیری ذات پہ تکمیل عظمتِ بشری

ترے وجود پہ فہرست انبیاء ہے تمام
تجھی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری

ترے حدود نبوت، ترا مقام نظر
بتارہی ہے تری زندگی کی حق نگری

گئی کبھی نہ ترے در پہ سر جھکائے بغیر
سجودِ شوق کی الجھن جبیں کی در بدری

مرے کریم! مجھے ہے ترا کرم درکار
مرے مسیح! مجھے ہے تلاشِ چارہ گری

ترے حضور بصد شرم لے کے آیا ہوں
کچھ آنسوؤں کا تلاطم کچھ آستیں کی تری

بنا لے پھر ہمیں اپنا کہ رحمتِ عالم
دلوں میں بے خبری ہے دعا میں بے اثری

گرے پڑے ہیں اب ان راستوں میں دیوانے
جہاں نہ ذکر گریباں نہ فکرِ بخیہ گری

دہائی ہے کہ یہاں بک رہی ہیں دستاریں
تری شراب کی کرتے ہیں رند پردہ دری

عمل غلام، عبادت غلام، علم غلام
لطافتوں سے معرّا، بلندیوں سے بری

گناہ و جرم کے سایے میں جی رہے ہیں علوم
زبانِ باخبری پر فسونِ بے خبری

چمن اُجاڑ کے دنیا سجارہی ہے مزار
بنا ہوا ہے جنوں اک حجابِ جلوہ گری

ترا بھی ہے یہی منشا تو اے شہِ بطحا!
مجھے قبول یہ کون و مکاں کی دردسری

ترے سوا دلِ دانش میں کچھ نہیں لیکن
تری رضا ہو تو اک انتقام فتنہ گری

ساغر نظامی

(۱۹۰۵ء-۱۹۸۴ء)

ازل سے جاری و ساری ہے سرچشمہ ہدایت کا
تمدن کیا ہے اک دھندلا سا نقشِ پا رسالت کا
ہر اک تہذیب ہے وجدانِ انسانی کا اک مظہر
جسے عمرانیت کہتے ہیں پرتو ہے محبت کا
اگر پیغمبرانِ حق زمانے سے نہ ٹکراتے
نہ ہوتا بول بالا دہر میں امن و صداقت کا
سلام اُس پر جو روحِ زندگی عطرِ ہدایت تھا
سراپا اک خلاصہ ہادیانِ حق کی سیرت کا
سلام اس پر کہ جو آئینۂ امن و صداقت تھا
سلام اس پر کہ جو مشرق تھا انوارِ حقیقت کا
جہانِ آدمی ہوتا فقط صحرائے تاریکی
اگر رہبر نہ ہوتا نور اس شمعِ ہدایت کا
اگر چاہے یہ دنیا اک نئی امید کا امرت
تو سرچشمہ ہے جاری آج بھی اس کی ہدایت کا

پگھل کر رہ گئے رنگ اور نسل و قوم کے بندھن
وہ خالد جس نے پھونکا صور انسانی محبت کا
پرویا رشتۂ وحدت میں جس نے سارے عالم کو
مٹایا وہم جس نے امتیازِ ملک و ملت کا
سلام اس رحمتِ عالم پہ اس عشق مجسم پر
دیا حیوانیت کو ذوقِ جس نے آدمیّت کا
سلام اس پر کہ دی طائف کی چوٹی سے صدا جس نے
ضمیر و دیں کی آزادی تو حق ہے آدمیّت کا
نئی تہذیب کی قدریں نئے مسلک کے پیمانے
نیا معیار لایا جو مساوات و اخوّت کا
سلام اس پر کہ جس نے حق کا یہ پیغام پہنچایا
کہ ہر دھرتی میں ہم نے بیج ڈالا ہے نبوّت کا
دعا دی ظالموں کو ان کے ظلم ناروا پر بھی
کلیجہ موم جس نے کردیا جبر و شقاوت کا
تپیدہ ریگ زاروں کو گلستاں کردیا جس نے
ازل سے جاری و ساری ہے سرچشمہ ہدایت کا
جہالت کے اندھیروں میں چراغاں کردیا جس نے
تمدن کیا ہے اک نازک سا نقشِ پا رسالت کا

حسن سراپا عشق مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم
روئے منوّر گیسوئے پرخم، صلی اللہ علیہ وسلم

سوزِ سراپا دردِ مجسّم عاشقِ امّت، شافعِ عالم
آنسو تیرے شبنم شبنم، صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب قرآں فخرِ رسولاں، خسروِ دین ورحمت یزداں
بادۂ عرفاں ساقیِ عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

سازِ ازل سے تارِ ابد تک ایک ترنّم ایک تلاطم
بربطِ جاری نغمۂ پیہم، صلی اللہ علیہ وسلم

شوق کا مرجع، درد کا مسکن، ذوق کا مخزن کیف کا مامن
حسن کا منبع عشق کا سنگم، صلی اللہ علیہ وسلم

فرش سے ہے تا عرش اجالا، ذرّہ ذرّہ نور کا ہالا
ماہِ سراپا مہرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

اے کہ طبیبِ عالمِ امکاں، چارہ گرِ بیماری انساں
تو نے رکھا زخموں پر مرہم، صلی اللہ علیہ وسلم

عمیق حنفی

(پیدائش نومبر ۱۹۲۸ء)

خیرالانام، خیرالانام

خیرالانام تم پر صلوٰۃ خیرالانام تم پر سلام
آتے ہی لب پہ سرکار نام آتی ہے ہاتھ دل کی لگام
تبدیل ہونے لگتا ہے گویا احساس و فکر کا کل نظام
تحلیل ہونے لگتے ہیں باہم الحانِ صبح و الوانِ شام

یہ نام شمعِ بزم حیات یہ نام مشعل کائنات
یہ نام رحمت شش جہات یہ نام اصل حرفِ دوام

ریگ شکوک خاک عجاب گردِ مہاب دشتِ جماد
پاتے ہیں لفظ کن کا سراغ بنتی ہے سانس بادِ مراد
ہوتا ہے ریشے ریشے کے نام علم الیقیں کا تازہ پیام

یہ نام صلح کل کا پیام یہ نام امن کا آبشار
ہوتی ہے چشم کثرت شمار یہ نام سن کے وحدت شعار

اس نام پر ہیں دل سے نثار کیا خاک و بار کیا نور و نار
سرما کا مہر تاباں یہ نام یہ فصل گل کا ماہِ تمام
ہر ایک چہرا سادہ بیاض مشق نگارش ماہ وسال
ہر اک جبین تختیِ حال پر ہر اک شکن سے سطر سوال
سامانِ عیش و عشرت زیاد لیکن سکونِ خاطر محال
تہذیب عصرِ حاضر عجیب اس پل عروج اس پر زوال
یہ عہد ایک پاگل سوار رہوار جس کا ہے بے زمام

ہر چند حکمتِ آدمی کی زد میں ہیں آج ماہ و نجوم
ذرّے کے قلب قطرے کے دل کو طے کر چکے ہیں پائے علوم
نفسِ خرد سے بادِ بہار کی شکل پکڑے بادِ سموم
صحرا و دشت وادی و شہر ہر گاہ بڑھ رہا ہے ہجوم
ہر شہر رشک شہر دمشق ہر ملک رشک یونان و روم
لیکن تمام کاغذ کا کام کاغذ بساط کاغذ خیام

عادت کی طرح رو میں تمام کیا فقر و عجز کیا رعب داب
عادت خرام عادت قیام عادت کلام عادت کتاب
عادت حلال عادت حرام عادت ثواب عادت عذاب
یک رنگ عیش یک رنگ فکر یک رنگ حرف یک رنگ باب
ہر شخص و شئے کو دامن میں لے کے بڑھتی ہے آگے موجِ سراب
اتنی حسین اتنی حسین جتنے حسین ہوتے ہیں خواب
غرقاب جوئے رفتارِ تیز گم کردگانِ راہ و مقام

انسان ریزہ ریزہ ہے لیکن اس پر ہے وقت کا ارتکاز
دنیا میں تا بہ گردن ہے غرق دنیا کے راز پھر بھی ہیں راز
اس نجد میں نہیں کوئی قیس لیکن ہزار لیل نواز
اہل فسوق کی آستیں کا خنجر ہے منطق خانہ ساز
خواب گناہ کرتا ہے پیش تعبیر سے بھی پہلے جواز
ذوقِ غنا و شوق قمار و شغل نشاط پیمانہ باز
بازار جزم امروز سے ہے سوق انعکاز کی سازباز
موج سرور و موجِ شرور و موجِ فجور ہر موج دام

ہر سمت آج خبط الحواس مشرق ہے مغرب گزاف
ذہنوں کو ڈھانپتے جا رہے ہیں تاریکیوں کے بھاری لحاف
حکمت خلا کی سجدہ گزار مریخ و زہرہ جس کے مطاف
ہو جائیں شہر کے شہر خاک قوت ہے، ایسی خارہ شگاف
اس نور کی ہے پھر سے تلاش ہر تیرگی تھی جس کے خلاف
وہ نور جس سے تھا تار تار ظلم و جہول کا ہر غلاف
وہ نور جس سے اصنام صاف اوثان صاف انصاف صاف
تھے زیر خاک لاۃ و مناۃ عزّی و ودّ ہبل و اساف
پھر ہو طلوع مثل بلال خنجر یقیں کا بے نیام

اس نامرادیوں کے جہان کو خونِ دل کی ہے کتنی پیاس
اذہان پر ہیں طاری شکوک اعصاب پر ہے طاری ہراس
وہ شخص فوق فطرت ہے آج قائم رکھے جو ہوش و حواس
دورِ جدید، عہد تضاد کرتا رہا ہے اکثر اداس

الجھی ہوئی ہے شعلوں میں فکر لیکن نہیں ہے دل صرف یاس
بھڑکے ہوئے ہیں پھر شعلہ زار جن کے کنارے خوش ذونواس
ایمان وایندھن ہیں خشک جن کے بدن کے ریشے ہیں گھاس
اس کا ہے شعلہ شعلہ وجود اس کا ہے شعلہ شعلہ لباس
ہونے لگا ہے ایسا گمان سارا جہاں ہے شعلہ اساس
شب کے دھویں میں گھٹتی ہے صبح دن کی چتا میں جلتی ہے شام

سیلِ زماں پہ کشتی مکاں ہے ظاہر بہاؤ باطن جمود
کھینچے خرد کی جھنجھلاہٹوں نے دشتِ عدم میں پائے وجود
مشکل ہے نیک و بد کی تمیز گڈ مڈ ہوئے ہیں ایسے حدود
نیلے سمندری پانیوں پہ چھایا ہو جیسے چرخِ کبود
لبِ رواں پہ مثل حباب تہذیب نو کی نام و نمود
تہذیب نو ہے ایسا چراغ جس کو ملا ہے فانوسِ دود
چھوتا ہے علم مریخ و ماہ لیکن ہے دور اصلِ شہود
ایماں نہ ہو تو مشق حساب تحقیق عالمِ ہست و بود
مدت کے بعد مدت کے بعد پیشانیوں میں تڑپے سجود
ہوتے گئے تھے ہم تم سے دور اور کتنی دور ماتم پر درود
ٹوٹے ہوئے ہیں سارے قیود لب پر تمہارا آیا ہے نام
خیرالانام تم پر درود تم پر صلوٰۃ تم پر سلام

عبدالعزیز خالد

(۱۹۲۷ء–۲۰۱۰ء)

مطاعِ آدم و انجم متاعِ لوح و قلم — محمد امّی محبوب کبریا صلعم
محمد انجمن کن فکاں کا صدر نشیں — محمد افسر آفاق سرورِ عالم
وہ عبدہ و رسولہ وہ اسمہ احمد — کتابِ حکم نبوت کا خاتم و خاتم
حمود و حامد و احمد، محمد و محمود — کریم و میر کرام و مکرم و اکرم
وہ لایموت سراجِ سبل امام رسل — امیر قافلۂ سخت کوش اہل ہمم
خدائے لم یزل و لایزال کا کلمہ — کشیدہ سلم و سلام و صلوٰۃ و حمد و حکم
نثار نغمۂ داؤد و لحنِ باربدی — ہیں حرف سادہ پہ قرباں سماع وصوت ونغم
بساطِ حیزِ امکاں ہے، فرش پا انداز — شفق شمائل، گل طلعت و بہار شیم
بہار گلشن ایجاد و حسن ہفت رواق — گل سر سبد دودۂ بنی آدم
وہی ہے شمع شبستان بے در و دیوار — اسی کی آس ہے، آشا کے پھول، بن کے الم
مخاطب فلکفشنا غطائک عنک — حریم لم یزل کا مقرّب و محرم
ہے اتّصال عبودیت و ربوبیت — ہے جو مربی خاص اخص و عام و اعم
رموز کن فیکون جس پہ مو بہ مو روشن — وہی جو ختم رسل ہے وہی جو فخر امم
عطائے حق کا جو قاسم ہے وہ ابوالقاسم — ملیک مقسط و معطی و مقتدر کی قسم
نگار خانۂ کن کی حسیں تریں تصویر — ہے جس پہ ناز کناں خود مصور مرسم

براجمان ہوئے آ کاش پر مکٹ دھاری — سلج، سباس سے چھلکائے پریم رس پریتم
یہ سرب بھومی کا راجہ، مہابلی سمراٹ — اپار، اتھاہ، اننت، ایک، انیک، وشواتم
یہی للن، یہی یوگیشور، یہی کاہن — سد آتما، اپراجت، انوپم، اور دُرِ دَم
مہا پرش، جسے آ کار الکھ پرش کا کہیں — پسینہ جس کا ہے سونا، سوگندھ وہ ستّم
ممیتِ آذری و محی دین ابراہیم — مراد موسیٰ عمران و عیسیٰ مریم
وہی جو مقصد و مقصود آفرینش ہے — بنا ہے جس کے لئے یہ مرقع عالم
نہیں حدودِ زماں و مکاں میں جو محدود — جو پیک حق ہے پئے کل خلائق عالم
اسی کا نام زمین و زماں کے ورد زباں — اسی کے نام سے ہر ذکر یبدأ و یختتم
محمد عربی آبروئے ہر دوسرا — حبیب پاک خدا جانِ عالم و آدم

صفات بو قلموں لا تعدد لا تحصیٰ
ثنائے خواجہ سے معذور ہیں زبان و قلم

اے امین و ایمن و مامون و ایمان و اماں
اے کہ تو از روئے قولِ فصل مہر مرسلاں
امن بھی آمین بھی مومن بھی کہتے ہیں تجھے
نو بہ نو تازہ بتازہ ہے تو ہر دم ہر زماں
اے میّمن، میمنہ، یامن و یُمن و یمیں
تو ہی آمن ہے حقیقت میں بقولِ عارفاں
کون کر سکتا ہے تیری قدر و قیمت کا حساب
خاکِ پا بھی ہے تری کحل جواہر سے گراں
آدمی کی عظمتِ دیرینہ کی تو نے بحال
بخش کر صدیوں کے مادر زاد گونگوں کو زباں
لوٹ آئی رونقِ معمورۂ خواب و خیال
تیرے دم سے بس گئیں کتنی ہی تازہ بستیاں
تیرا مسلک الفت و انس و رواداری کا ہے
ہے ترے دستِ کرم میں پرچم امن و اماں
ہر ستائش سے تو بالا و بلند و بے نیاز
پھر بھی ہے میرا دلِ مشتاق ترا مدح خواں

یہ جدیدیت کی دشمن، کہنگی کی پاسباں
رہتی ہے اہلِ نظر کے درپے آزاریاں
خونِ اہلِ فکر سے رنگیں ہیں شمشیر و سناں
ابن رُشد و بُوعلی سینا سے کتنے ہی گواہ
کاہشِ جاں کے عوض جن کو ملیں رسوائیاں
خونِ ناحق سرمد و حلاّج کا ہے داد خواہ
زُہد خود بیں کہ بنایا کس نے قوّام جہاں؟
آج بھی دھبے لہو کے فرشِ بیت اللہ پہ ہیں
خنجر حجاج بن یوسف ہے اب بھی خونچکاں
دین و دنیا کی دُوئی اس کی سیاست کی اساس
اس کو راس آئے نہ توحید خدائے انس و جاں
بوحنیفہ داخل زنداں ابوذر در بدر
خود نگہداری کو یہ برداشت کرتی ہے کہاں
گو کرے حکماً حقوق اللہ کا نشر و نفاذ
شمّہ بھر اس کو نہیں پاسِ حقوق بندگاں
اس قدر خوش فہمی اس کو ہے شفاعت کی کہ بس

ہو سکے مجھ کو میسر کاش تیرا لطفِ خاص
خود کو سمجھے ماورائے احتساب و امتحاں
کر سکوں تجھ پر تصدّق کاش جانِ ناتواں
اس کو واعظ کی خطابت نے بنایا بے عمل
اے مصدق اے صدوق وصادق وصدوق صدق
اہلِ منبر کی جہالت الحفیظ و الاماں
تو مہِ کون و مکاں میں شمعِ کشتہ کا دھواں
آیت وسنت کے شارح ہیں ابوجہلان وقت
گو مری تصدیق کچھ معنی نہیں رکھتی مگر
ذوق سے بے بہرہ لیکن دعویٰ شرح و بیاں
ہوں ترا اصدّیق وصادق اے صدیق کل جہاں
ذہن میں جالے بُنے ہیں عنکبوتِ جہل نے
دیکھ کر تجھ سے مری نسبت بطور انعام کے
ان میں تنقیح مسائل کی صلاحیت کہاں
دی مجھے اللہ نے توفیق اظہارِ بیاں
ہیں کتابوں کے عدو یہ وارثانِ الکتاب
تیرے در سے کر کے تحصیل زبانِ محرمی
کر کے نذرِ آتش ان کو ہوں یہ خبطی شادماں
نابلد ہوں شیوہ ہائے شعر سے پھر بھی مگر
ہوں بزعم خویش سرخیل فحول شاعراں
بیکسی ہائے تمنّا سے عبارت زندگی
میری قسمت میں کہاں کوئی نوید وارمغاں

کون میرا دلبر و دمساز ہے تیرے سوا
اے قرار جان خالؔد اے عزیز دو جہاں

کیفؔ بھوپالی

(۱۹۱۷ء-۱۹۹۱ء)

(آہنگ کیف)

گُم ہے دماغوں میں چند
اور کتابوں میں چند

تیرا مہکتا اُصول، تیرا لچکتا نظام
ہائے رسولِ انامﷺ

فلسفی سنگ دل
تنگ نظر، تنگ دل

عقل کی باتیں گناہ، اور ترقّی حرام
ہائے رسولِ انامﷺ

عزم بڑھا دیجئے
شمع دکھا دیجئے

کتنے بھیانک ہیں دن، کتنی ڈرونی ہے شام
ہائے رسولِ انامﷺ

عزّت پہ فدا اس کی بخارا و سمرقند
خود ہاتھ سے جوتے میں لگا لیتا تھا پیوند

ہر ذوقِ تن آسانی سے منھ موڑ کے گذرا
ٹھوکر سے بتِ جاہ و حشم توڑ کے گذرا

بے کرسی و طاؤس بلا کلفی و ریشم
وہ شاہِ معظم تھا بہرحال معظم

بیواؤں کا ہمدرد، یتیموں کا وہ ہمدم
اے صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ، رحمت عالم

انسان کو شائستۂ و خوددار بنایا
مزدور کو سلطان کے پہلو میں بٹھایا

انسان کو آداب و قوانین سکھائے
کُچلی ہوئی عورت کو حقوق اُس نے دلائے

یہ کہہ کے غُلاموں کو غُلامی سے چھڑایا
آزادیٔ انساں تو ہے انسان کا سایا

یہ روشنیٔ علم و ہنر فیض ہے اُس کا
یہ چاند پہ انساں کا سفر فیض ہے اُس کا

بچوں کی بھی تعظیم کرو اُس نے کہا ہے
اِک مکتبۂ فکر نیا کھول دیا ہے

یہ صبح بھی کیا صبح ہے، یہ روز بھی کیا روز
روشن ہیں دماغوں میں چراغِ نظر افروز

آیا تھا اسی روز اِک انسانِ معظم
وہ سرورِ کونین وہ پیغمبرِ عالم

جس نے کُلہَ و تاج کی بنیاد ہلادی
سرمایۂ و افلاس کی تفریق مٹادی

اللہ کا بیباک و الوالعزم سپاہی
اللہ کی دیتا تھا کھلے عام گواہی

احمد ندیمؔ قاسمی

(۱۹۱۶ء-۲۰۰۶ء)

قطرہ مانگے جو کوئی، تُو اُسے دَریا دے دے
مجھ کو کچھ اور نہ دے، اپنی تمنّا دے دے

میں تو تجھ سے فقط اِک نقشِ کفِ پا چاہوں
تو جو چاہے تو مجھے جنتِ ماویٰ دے دے

وہ جو آسودگی چاہیں، اُنہیں آسودہ کر
بے قراری کی لطافت مجھے تنہا دے دے

میں اِس اعزاز کے لائق تو نہیں ہوں لیکن
مجھ کو ہمسائیگیٔ گنبدِ خضرا دے دے

یوں تو جب چاہوں، میں تیرا رُخِ زیبا دیکھوں
عرض یہ ہے کہ مجھے اِذنِ تماشا دے دے

وہ بھی دیکھیں پسِ ہر حرف تیری جلوہ گری
سب کو تُو میری طرح دیدۂ بینا دے دے

غم تو اِس دَور کی تقدیر میں لکھے ہیں، مگر
مجھ کو ہر غم سے نمٹ لینے کا یارا دے دے

تب سمیٹوں میں ترے ابرِ کرم کے موتی
میرے دامن کو جو تو وسعتِ صحرا دے دے

تیری رحمت کا یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے
قدم اُٹھیں تو زمانہ مجھے رَستا دے دے

جب بھی تھک جائے محبت کی مسافت میں ندیمؔ
تب ترا حسن بڑھے اور سنبھالا دے دے

دل میں اُترتے حرف سے، مجھ کو ملا پتا ترا
معجزہ حسنِ صوت کا، زمزمۂ صدا ترا

میرا کمالِ فن، ترے حسنِ کلام کا غلام
بات تھی جاں فزا تری، لہجہ تھا دِل رُبا ترا

جاں تری، سر بسر جمال! دل ترا، آئینہ مثال!
تجھ کو، ترے عدو نے بھی دیکھا، تو ہو گیا ترا

اے مرے شاہِ شرق و غرب! نانِ جویں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں گدا ترا

سنگ زنوں میں گھر کے بھی، تو نے انہیں دعا ہی دی
دشتِ بلا سے بارہا، گزرا ہے قافلہ ترا

کوئی نہیں تری نظیر، روزِ ازل سے آج تک
تا بہ ابد نہیں مثیل، کوئی ترے سوا، ترا

یوں تو، تری رسائیاں، فرش سے عرش تک محیط
میں نے تو اپنے دل میں بھی، پایا ہے نقشِ پا ترا

میرا تو کائنات میں، تیرے سوا کوئی نہیں
ارض تری، سما ترے، بندے ترے، خدا ترا

آتے ہوئے دنوں سے بھی، مجھ کو کوئی خطر نہیں
ماضی و حال میں بھی جب پورا ہوا کہا ترا

دُور سہی دیارِ نور، چُور سہی مرا شعور
تو میرا حوصلہ تو دیکھ میں بھی ہوں مبتلا ترا

مری حیات کا گر تجھ سے انتساب نہیں
تو پھر حیات سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

اُمڈ رہی ہیں اگر آندھیاں، تو کیا غم ہے
کہ میرا خیمۂ ایمان بے طناب نہیں

ترا گدا ہوں اور اِس انجمن میں بیٹھا ہوں
جس انجمن میں سلاطیں بھی باریاب نہیں

ترے کمالِ مساوات کی قسم ہے مجھے
کہ تیرے دیں سے بڑا کوئی انقلاب نہیں

صدی صدی کی تواریخِ آدمیّت میں
تری مثال نہیں ہے، ترا جواب نہیں

ندیؔم پر ترے احساں ہیں اِس قدر، جن کا
کوئی شمار نہیں ہے، کوئی حساب نہیں

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں
نور ہوجاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے مری روح میں مینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

دستگیری مری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
میں تو مرجاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں، جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

میں تجھے عالم اشیاء میں بھی پالیتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالم بالا تیرا

میری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں، تجھے ہر سو دیکھیں
صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارا تیرا

وہ اندھیروں سے بھی درّانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے پہ چمکتا ہے ستارا تیرا

ندّیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا

شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

اب بھی ظلمات فروشوں کا گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا، ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

احمد فراز

(۱۹۳۱ء۲۰۰۸ء)

مرے رسول کہ نسبت تجھے اُجالوں سے
میں تیرا ذکر کروں صبح کے حوالوں سے

نہ میری نعت کی محتاج ذات ہے تیری
نہ تیری مدح ہے ممکن میرے خیالوں سے

تو روشنی کا پیمبر ہے اور میری تاریخ
بھری پڑی ہے شبِ ظلم کی مثالوں سے

ترا پیام محبت تھا اور میرے یہاں
دل و دماغ ہیں پُر نفرتوں کے جالوں سے

یہ افتخار ہے تیرا کہ میرے عرشِ مقام
تو ہم کلام رہا ہے زمین والوں سے

مگر یہ مفتی و واعظ یہ محتسب یہ فقیہ
جو معتبر ہیں فقط مصلحت کی چالوں سے

خدا کے نام کو بیچیں مگر خدا نہ کرے
اثر پذیر ہوں خلقِ خدا کے نالوں سے

نہ میری آنکھ میں کاجل نہ مشک بو ہے لباس
کہ میرے دل کا ہے رشتہ خراب حالوں سے

ہے ترش رو مری باتوں سے صاحب منبر
خطیبِ شہر ہے برہم مرے سوالوں سے

مرے ضمیر نے قابیل کو نہیں بخشا
میں کیسے صلح کروں قتل کرنے والوں سے

میں بے بساط سا شاعر ہوں پر کرم تیرا
کہ باشرف ہوں قبا و کلاہ والوں سے

ریاضؔ مجید

(ولادت ۱۹۴۲ء)

الفاظ میں سرشکِ ندامت اُتار دے
وہ جذب دے، جو لہجے میں رقّت اُتار دے

اللہ سے دعا ہے کہ ہر لفظِ نعت میں
خوشبو تری وِلا کی بدولت اُتار دے

دے اپنی یادِ عافیت آثار سے قرار
اس قلبِ مضطرب میں، سکینت اُتار دے

دھندلا نہ جائیں آپ کی سیرت کے خدوخال
دل آئینے سے زنگِ کسالت اُتار دے

احساسِ منتشر کو ہو آسودگی نصیب
جانِ حزیں سے کوہِ عزیمت اُتار دے

لحنِ ریاضؔ میں تری نسبت کا نور ہو
اُس کے ہنر میں رنگِ ارادت اُتار دے

ہم اپنے شاہ ﷺ سے اُلفت ازل سے رکھتے ہیں
فقیرِ نعت یہ دولت ازل سے رکھتے ہیں
'بلیٰ' کے ساتھ ہی صلِّ علیٰ کہا ہم نے
درُود خواں ہیں یہ عادت ازل سے رکھتے ہیں
مطاف، شہرِ مدینہ ہے اپنی روحوں کا
ہم اِس زمیں سے عقیدت ازل سے رکھتے ہیں
غلام ازل سے ہیں ہم اُس نبی ﷺ کے نسل بہ نسل
یہ سلسلہ، یہ روایت ازل سے رکھتے ہیں
گلہ گزار نہ دُنیا نہ اہلِ دُنیا کے
یہ وصف اہلِ طریقت ازل سے رکھتے ہیں

آیئے طیبہ کے ہم سردار کی باتیں کریں
روشن و تابندہ اِک کردار کی باتیں کریں

عہدہ و منصب نہ ہم گھر بار کی باتیں کریں
ہر گھڑی سرکار ہی سرکار کی باتیں کریں

زندگانی ہے عبارت پیار سے سرکار کی
ان سے نسبت ہے تو ہم بھی پیار کی باتیں کریں

امتیازِ کہتر و مہتر نہ تھا کوئی جہاں
شاہِ بطحا کے اُسی دربار کی باتیں کریں

پُرسشِ احوال کرنا سنتِ سرکار ہے
کیوں نہ ہم آخر دلِ بیمار کی باتیں کریں

جی میں آتا ہے کہ سب رنگینیوں کو چھوڑ کر
اے مدینہ! ہم ترے بازار کی باتیں کریں

مصطفیٰ والے اگر ہم ہیں تو ہم پر فرض ہے
ایک دو کیا آپ کے ہر یار کی باتیں

صبیح رحمانی

(ولادت ۲۷/جون ۱۹۶۵ء)

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبی لکھوں

لباسِ حرف میں ڈھالوں میں کردارِ حسیں اُن کا
امیں لکھوں، اَماں لکھوں، غنی لکھوں، سخی لکھوں

حرا کے سوچتے لمحوں کو زندہ ساعتیں لکھ کر
صفا کی گفتگو کو آبشار آگہی لکھوں

تمنا ہے کہ ہو وہ نامِ نامی آپ کا آقا!
میں جو لفظ آخری بولوں میں جو لفظ آخری لکھوں

قلم کی پیاس بجھتی ہی نہیں مدح محمد ﷺ میں
میں کن لفظوں میں اپنا اعترافِ تشنگی لکھوں

جبینِ وقت پر حسّاںؔ و جامیؔ کی طرح چمکوں
صبیحؔ ان کی غلامی کو متاعِ زندگی لکھوں

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رُتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

انہیں خلق کر کے نازاں ہوا خود ہی دست قدرت
کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

کسی وہم نے صدا دی کوئی آپ کا مماثل
تو یقیں پکار اُٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

مرے دامن طلب کو ہے انہی کے در سے نسبت
کہیں اور سے یہ رشتہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

میں ہوں وقفِ نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
مری شاعری کا حصہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

سر حشر ان کی رحمت کا صبیحؔ میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

OOO

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا دین ودانش کا ایک ناز آفریں ادارہ ہے۔یہ کائنات کی سب سے معظم ومحترم ذاتِ گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُسوۂ حیات اورابدی تعلیم کی نشرو فروغ کے لئے وقف ہے۔یہی ادارے کا آئین ہےاورنشونمائے آرزو بھی۔ ذکروفکرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مشغول اہلِ قلم کی تخلیقات کی قدرواشاعت ادارے کی کارگہی کا دارلعمل ہے۔" دبستان نعت" ایک جریدہ ہی نہیں بعثت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انقلاب آفریں پیغام کی علامت اور چراغ رہ گزر ہے۔ادارے کی دیگر تصانیف اس مقدس موضوع کی لافانی شاہکار ہیں۔ان کا مطالعہ دونوں جہان کے فوزوفلاح کے لئے ناگزیر ہے۔

عبدالحق

۲۷/جولائی ۲۰۲۳ء

Bahuzur Risalat Maab
Edited by Prof. Abdul Haq

Naat Research Center - India
Mohalla Banjaria West, Khalilabad, Distt. Sant Kabeer Nagar, (U.P) India-272175
Mob.: 7985754611, 9415875761, www.naatresearchcenterindia.com
drsiraj123@gmail.com/anees11435@gmail.com

ISBN 81-95600-56-5
9 788195 600564